خاموش کو گویا اور گویا کو فصیح مقرر بنانے والی کتاب

مصنفہ

مولوی حاجی سید نظیر حسن سخا دہلوی

خواجہ برقی پریس دہلی

پیش لفظ

اس دور جدید میں جہاں اور ایجادات و اختراعات رونما ہوئیں وہاں اسناد کا مرض بھی عام نظر آتا ہے۔ اول اول تو یہ اسناد آدمیوں ہی کو تفویض ہوتی رہیں لیکن اب اُن سے کتب بھی پُر نظر آتی ہیں اور دلیل یہ کہ تجارتی نقطۂ نظر سے اُن کا وجود بھی ضروری ہے اور بیچارے اسناد دینے والے بھی کیا کریں؟ سند لکھتے وقت طالب کی منشا اور اپنا فرض منصبی قلم کو حق بجانب سند لکھنے پر مجبور کر ہی دیتا ہے۔ بہر صورت اس کتاب کو اسناد سے پاک رکھتے ہوئے اس کی بھلائی بُرائی ناظرین کرام کے ذوق سلیم اور قوت فہم و ادراک کے سپرد کی جاتی ہے۔
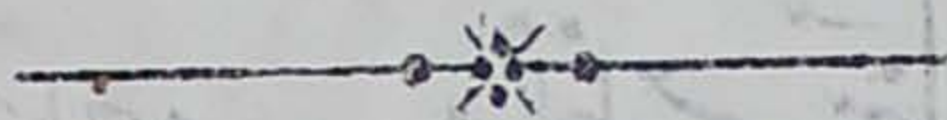
سخا دہلوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محترم ناظرین!

زبان جیسا شریف عضو اور تقریر جیسی عجیب شے ہے محتاج بیان نہیں۔ مافی الضمیر کا اظہار، تبادلہ خیالات، اپنی کہنا اور کی سمجھنا، ہنستے کو رولانا روتے کو ہنسانا، مسرور کو مغموم مغموم کو مسرور کرنا، بھٹکوں کو راہ بتانا، چلتوں کو منزل پر پہنچانا، بیکاروں میں رُوح پھونکنا، مایوسوں کی اُمید بڑھانا، بھاگتوں کو روکنا، جمے ہوؤں کے قدم اُکھیڑنا، میدانوں میں سر کٹانا، فوجوں کو لڑانا، قوموں کو ملانا، ملکوں کو ٹکرانا، غرض سلطنتوں کا فیصلہ، مذہبوں کا خاتمہ اسی کا کام ہے۔

تحریر بھی اسی کی ناکمل تصویر ہے۔ اس کے تمام آثار و نتائج در معنی اسی کے آثار و نتائج ہیں۔ اس واسطے تمام فضائل و محامد و مناقب اسی کی طرف راجع ہوتے ہیں۔

وصفِ گل و ریحاں بہوا باز نہ گردد ہر چند ہوا عطر دہد قیمت شمم را

باینہمہ کس قدر افسوس ہے کہ بہت سے فن مدوّن ہوئے لیکن
فنِ تقریر جو کچھ اب تک لکھا گیا متفرق مضامین سے زیادہ نہیں وہ بھی
بیشتر انگریزی کا ترجمہ اپنے دماغ سے کسی نے اردو میں کام نہ لیا۔ فن
تقریر سا فن جس سے صرف و نحو کی طرح نہ کوئی مستغنی نہ کوئی خالی ہزارہا
علمائے کرام کے ہوتے فن کی صورت میں شائع نہیں ہوا چونکہ میری تمام
عمر وعظ و مناظرے، لکچر و اسپیچ میں گزری، درسی علوم کے علاوہ مطالعہ
کا شوق رہا، قدیم و جدید علوم کی ہزارہا کتابیں نظر سے گزریں بمبئی سے
مدراس اور کلکتہ سے پشاور تک مع درمیانی بلاد ہندوستان تفصیلی سفر
کیا، حجاز کے مقاماتِ مقدسہ کے حج و زیارت سے مشرف ہوا۔

بلا قید مذہب مشاہیر ملک کی زیارت اور کتب جمع کرنے کا شوق رہا۔
ہمیشہ مقامی انجمنوں کی خدمت بلا معاوضہ اور شرکت میں انہماک
رہا۔ چار یونیورسٹیوں کے تحت میں الف بے سے بی اے تک فارسی
پڑھائی۔ قانون میں وکالت ہائیکورٹ نظام کا امتحان دیا۔ چند اور زبانیں
بقدر ضرورت سیکھیں۔ جدید سائنس اور دیگر علوم بھی دیکھے صنعت و حرفت
اور فنونِ لطیفہ کے اکثر شعبوں میں عملی دخل بھی پیدا کیا۔ بڑے بڑے تمام مشہور
مذاہب دیکھے مذہبی کتب کا مطالعہ کیا۔ مسلم غیر مسلم مشہور لکچراروں سے ملنے
اور تقریریں سننے کا موقع ملا۔ وسعتِ نظر اور صحتِ خبر کے لئے مسلمانوں

کی انجمنوں، آریوں کی سماجوں، پادریوں کے کتب خانوں، کلیسوں، چرچوں،
برہمو سماج کی سبھاؤں، بابیوں کے جلسوں، تھیاسوفیوں کی سوسائٹیوں،
ہندوؤں کے مندروں (جہاں تک لے گئے) اور مذہبی جلسوں، مکتی
فوج والوں کی محفلوں میں گیا۔

جن سماجوں میں جانے کا اتفاق نہ ہوا ان کی فقط کتب سے مستفید
ہوا۔ اس تیس برس کے اندر گزرنے والے یا موجودہ مقتدایانِ مذہب اور
مصلحانِ قوم کے شرفِ قدم بوسی سے اکثر مشرف ہوا۔

اکثر مذاہب کی کتب مناظرہ، اخبار، رسالے اور ٹریکٹ دیکھے اہلِ
اسلام کے مشہور قدیم فرقوں شیعہ، سنی، صوفی، مقلد، غیر مقلد اور جدید
فرقوں احمدی۔ اہلِ قرآن وغیرہ وغیرہ کی انجمنوں اور تصنیفات سے بہت
کچھ بصیرت حاصل کی۔ قومی مجمعوں کی تصانیف مفصلاً دیکھیں۔

خود چالیس سے پچاس تک کتابیں ترجمہ تالیف و تصنیف کیں۔
مخالفانِ اسلام کے مناظرہ میں عمر گزار دی۔ مختلف مشغلوں ملازمت، تجارت
صنعت و حرفت میں بسر کی۔ غرض دنیا کو خوب دیکھا اور بہت سے پہلوؤں
سے دیکھا۔ خدا کا شکر ہے جس نے بصحت و سلامتی پچاس برس آرام سے
علم و تجربہ کرنے کی مہلت دی۔ مگر واہ رے توحید کی یک رنگی جس نے
تمام مذاہب کی بنیاد اسی مضبوط چٹان پر دیکھی کہ نیک ہو اور یک رنگ ہو۔

یا اچھا خیال کرو اچھا کلام کرو اچھے کام کرو۔

ان تمام تجربات کے بعد شروع ۱۹۱۱ء میں برادر عزیز شفیق سید میر شوکت حسین صاحب بی اے کاظمی ابن بابو میر تجمل حسین صاحب رئیس دیوبند کی ہمت افزائی سے میں نے فن تقریر کی تدوین کو قلم اٹھایا اور زبان اور اہل ملک کی خدمت کو اپنا ضروری فرض سمجھا۔

اس کتاب کے اصل مضمون کی تقسیم و تنویع صرف میری ذاتی تلاش و ذہنی تراش استقرار و استنباط کا نتیجہ ہے۔ ضمنی امور میں کتب سے مدد ملی ہے نہ اصل فن کی ترتیب میں۔

اس حصہ کی تالیف میں چیمبرس انسائیکلوپیڈیا اور پروفیسر میکس مولر کی سائنس آف لینگوئجز وغیرہ کے ترجمہ میں بھائی صاحب موصوف نے قابل شکریہ امداد دی ہے لہذا ان کی ممنونیت کا اظہار واجب ہے۔

اس سے میرا مدعا اظہار قابلیت نہیں فقط اس فن کی تدوین سے اہل ملک کی علمی خدمت اور اردو کی علمی ترقی ہے اور بس۔

اگر اس کتاب پر اعتراض نہ ہوئے تو ملک کی کوڑھ مغزی کی دلیل ہے اور اگر موجودہ فاضلوں میں سے کسی نے اس فن کی تکمیل کو قلم نہ اٹھایا تو قوم کی افسردہ دلی کی روشن مثال۔

میں خوب جانتا ہوں جس نے تصنیف کی نشانہ بنا لیں جس نے

تدوین کی اس کا تو معترف ہو جانا چاہیے۔ اگر زمانہ نے موقع دیا تو دوسرے اڈیشن میں اغلاط کی اصلاح کرکے اظہار ممنونیت کے ساتھ معترضین کا احسان کرونگا۔ اہل علم واقف ہیں کہ جدید فن کی تدوین میں انواع واصناف کی تقسیم اجزاء وارکان کی تعیین، اصطلاحوں کی تجویز کوئی آسان کام نہ تھا مگر اس دقت کا بیان کرنا اور نہ کرنا دونوں برابر ہیں۔ اس لئے کہ مصنف عاقل اور اہل علم بے لکھے بھی اسے جان سکتے ہیں اور نا منصف، کج فہم کم علم لکھنے پر بھی نہیں جان سکتا یا جاننا نہیں چاہتا۔ لہذا اس معاملہ کو ناظرین کی تمیز وانصاف پر چھوڑ کر اصل مدعا شروع کرتا ہوں اور مختلف عنوانوں میں اس کے متعلق مسلسل مضامین لکھتا ہوں۔ خدا کو منظور ہے تو طبع ثانی میں اس کے ابواب وفصول مرتب اور مضامین میں معقول اضافہ ہوجائے گا۔ اَلسَّعْیُ مِنّی وَالْاِتْمَامُ مِنَ اللّٰہِ فقط۔

خاکسار

نظیر حسن سخا دہلوی

آواز کی فزیالوجی

انسانی جسم میں سب سے زیادہ نازک پرزہ آلۂ آواز ہے۔ یہ پرزہ گاتے پڑھتے اور بولتے وقت ایک منٹ میں تقریباً نو سو بار لرزتا اور حرکت کرتا ہے۔ آواز ہوا کی متواتر تیز لہروں سے پیدا ہوتی ہے۔

ہوا کی مسلسل تیز لہریں آلۂ سماعت پر گذرنے سے انسان کو آواز محسوس ہوتی ہے۔ انسان کے حلق کی انتہا سے نرخرہ شروع ہو کر پھیپھڑوں میں ختم ہوتا ہے اور حلق کی انتہا اور نرخرہ کی ابتدا کے درمیان میں آلۂ آواز ہے۔ آلۂ آواز دو تناؤ دار تاروں سے چسپاں ہے جب تک وہ ڈھیلے رہتے ہیں سانس کی ہوا ان پر سے خاموشی کے ساتھ گذرتی رہتی ہے۔ اور جب وہ تن جاتے ہیں تو جو ہوا ان پر سے گذرتی ہے آواز بن جاتی ہے۔

تشریحی اصطلاح میں ان کو (ووکل کارڈز) کہتے ہیں۔ اگر باجوں کے تار بھی ڈھیلے چھوڑ دیئے جائیں تو ان پر ہوا کی موج گذرنے سے بالکل آواز پیدا نہ ہو۔ پھر ان کو اگر تان دیا جائے تو ان پر سے ہوا کی موج گذرنے یا ہوا میں گذرنے سے سُریلی آواز پیدا ہوگی۔ آوازوں کا اختلاف اول تاروں کے موٹے پتلے بڑے چھوٹے ہونے سے ہوتا ہے اور اگر ووکل کارڈ

دونوں نا قابلِ لرز ہوجائیں تو جب تک وہ مانع دور نہ کر دیا جائے آواز بند رہتی ہے اور اگر وہ ضائع ہو جائیں تو آواز ہمیشہ کو ضائع ہو جاتی ہے۔ اس کے سوا اور دیگر اسباب ان کو ضائع یا ناقص کر دیتے ہیں۔ انسانی آواز کے خاص آلات حلق کے اندر کا ڈبیہ نما حصہ اور دو تار نما پرزے ہیں۔

انسانی گفتگو حلق، تالو، زبان، ہونٹ، دانت، رخساروں اور ناک وغیرہ کے ذریعہ سے الفاظ کے پیرایہ میں ڈھالی ہوئی مرکب و مسلسل آوازیں ہیں۔

کانا پھوسی میں جو تقریر ہوتی ہے اس میں دو وکل گارڈ یعنی تار نما دونوں حلقی پرزے کام میں نہیں لائے جاتے۔

اگر طریق الصوت کے دو طرفہ دونوں تار نما پرزے ذرا بھی اتفاقیہ تن جائیں تو آواز پیدا ہو جاتی ہے۔

طریق الصوت ایک مخروطی نالی کا نام ہے جو ٹریکیا[1] کے سرے پر واقع ہے۔ ٹریکیا زبان کی جڑ کے نیچے ہے۔ اسی کی کرّی ہڈی کو کنٹھ کہتے ہیں۔

طریق الصوت کی ساخت

طریق الصوت حسب ذیل حصوں سے مرکب ہے:۔

1. Trachaea

(۱) ایک مخروطی نالی ڈبہ نما (۲) دو لچک دار پٹھے یا گدیاں، طریق الصوت کے دونوں طرف واقع ہیں یا تار نما پرزے جن کا نام ووکل کارڈ ہے ان کے بیچ میں ایک سوراخ ہے (۳) عضلے جو کری ہڈیوں کو حرکت دیتے اور ووکل کارڈ میں تناؤ یا ڈھیل پیدا کرتے ہیں تاکہ ہم جب چاہیں آواز پیدا کریں جب چاہیں نہ پیدا کریں۔ اس کے نیچے ایک نہ لعاب دار جھلی کی ہے۔ اس جھلی میں بہت سے باریک اعصاب پھیلے ہوئے ہیں۔ انسان میں آواز تو حلق سے پیدا ہوتی ہے اور آلات حلق کی جنبش اور سادہ آوازوں یعنی حرفوں کے ترکیب دینے سے الفاظ مرکب ہوتے ہیں اور ان کے ملانے سے فقرے، جملے اور ان کے مسلسل مربوط کرنے سے تقریر بنتی ہے مگر تقریر کسی نہ کسی زبان میں ہوتی ہے۔ لہذا یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ انسان کی اصلی زبان کیا ہے۔

انسان کی اصلی بولی

قدرت نے جس طرح حیوانات کو کھانے پینے میں ایک خاص قانون کے تابع رکھ کر غذائیں معین کر دی ہیں یعنی نہ گوشت خوار اپنے ارادہ سے نبات خوار ہو سکتا ہے نہ نبات خوار اپنے قصد سے گوشت خوار ہو سکتا ہے

نہ اس کو افعال و اعمال میں انسان کی طرح وہ آزادی، نہ مفردات کو مرکبات میں لانے کی طاقت، نہ مرکبات کو مفردات میں تحلیل کرنے کی لیاقت۔ اسی طرح اس کے دماغ میں نہ ادراکِ جزئیات کی قوت رکھی ہے۔ نہ عام تبادلہ خیالات کی ضرورت۔ اسی واسطے اس کی زبان میں اپنے ارادہ سے ہر آواز کے نقل کرنے کا مادہ نہیں رکھا اور صرف چند آوازوں سے اس کی بولی مرکب ہے جس سے وہ آپس میں خوشی، رنج، خطرہ، نفسانی خواہش، غصہ، پیار، بلانے دھمکانے وغیرہ چند جذباتِ طبعی اور کیفیاتِ قلبی کو ظاہر کر سکتا ہے اور بس۔

چونکہ انسان میں عام حیوانات کی مانند بقائے نفس کیلئے قوت شہوی اور قوت غضبی بھی ہے اور اس کے علاوہ ایک اور قوت بھی جس کو قوتِ ادراک اور قوتِ ناطقہ کہتے ہیں موجود ہے۔ اسواسطے ہمہ دانی ہمہ بینی ہمہ گوئی بقدرِ کوشش بقدرِ مہلت بقدرِ موقع اس کا حصہ ہے اور یہ بات صدیوں کی مدت بے انتہا رایوں کے اجتماع، تنقید و تحقیق کی محتاج ہے اور اپنی اور اپنی نسل کے جسم و روح کے لئے مفید و مضر اشیا کی چھان بین میں متقضائے انصاف و محبت رکھی ہے۔ اس لئے انسان کو ہر قسم کی آوازیں ادا کرنے ہر قسم کے خیالات کو نقل کرنے کے لائق دماغی قوتیں اور آلاتِ صوت دیئے تاکہ تجربات اور خیالات کا تبادلہ اور تصحیح کر سکے اور تحریر کی

امداد سے اپنے سے بعید رہنے والوں، اپنے بعد آنے والے انسانوں کے لئے خیالات اور تجربات کا سرمایہ چھوڑ جائے۔

انسانی مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بولنا اس کا طبعی امر ہے تو ہی مگر اس معنی میں نہیں جس معنی میں جانور کے لئے ہے۔ بلکہ انسان بولنا سیکھے تو سب کچھ بول سکتا ہے۔ یہاں تک کہ غیر ملک کی بولی اور جانوروں کی بولی تک کی صحیح آوازیں مع اُن کے موقع کے اور نہ بولنا سیکھے تو کچھ بھی نہیں بول سکتا حتیٰ کہ یوں کرنا بھی نہیں آتا۔ الا بعض طبعی آوازیں جیسے ہنسنے رونے وغیرہ کی اور بس۔ برخلاف اس کے اگر کسی جانور کو تنہائی میں پالا جائے اور جوان ہونے تک اس کے ہم جنس کی آواز اس کو نہ سنائی جائے تو بھی وہ جانور تمام آوازیں اپنے اپنے موقع پر فطری طور پر اپنے ہم جنسوں کے مطابق نکالے گا۔ چونکہ انسان صرف قابلیت گویائی اپنے ساتھ لاتا ہے اور جو کچھ ہے محض اکتسابی ہے۔ اس واسطے بچہ اپنی تندرستی، قوتِ حافظہ کی کمی بیشی کی مقدار کے لحاظ سے کم یا زائد مدت تک کانوں سنتا، آنکھوں دیکھتا اور آلاتِ آواز کے عمدہ یا ناقص ہونے کے تناسب کے مطابق جلد یا دیر میں صاف یا تتلا کر انہیں الفاظ کو انہیں معنی میں بولتا ہے جن میں اس کے آس پاس والے اس کے روبرو بار بار بتکرار مدت تک بولا کئے ہیں۔ پھر جن حرفوں کو وہ سنتا اور بولتا ہے برسوں

بعد عادت کے سبب وہ اس کی طبیعت ثانیہ (سیکنڈ نیچر) بن جاتے ہیں اور نئی آوازوں کے مخرج زبان اور ذہن کو سمجھنے قائم کرنے بدلنے تلاش کرنے مشکل پڑ جاتے ہیں ورنہ ہم ہندوستانی ابتدا بالسکون مثلاً سکول۔ سٹینڈرڈ اور دو حرفوں کو ایک آواز میں بولنے سے فطرتاً مجبور نہ یورپ والے ہندی یعنی "ڑ" بولنے سے طبعاً محروم، صرف ابتدائی سماعت مشق اور مدتوں کی مزاولت نے اپنی زبان کے حرف ادا کرنے کا ملکہ پیدا کر دیا ہے اور دیگر السنہ کے مخارج ادا کرنے میں ایک دقت معلوم ہوتی ہے۔ ورنہ یہی لوگ جب طویل مدت تک غیر زبان کی مشق کرتے، اہلِ زبان سے مکالمت کرتے رہتے ہیں تو اگر سب کے نہیں تو بعض کے مخارج اور لب و لہجہ اہلِ زبان کا سا ہو جاتا ہے۔ اس واقعہ صحیحہ کی بنا پر مجھ کو اُن علما سے علم اللسان (فیلالوجی) سے کُل کے قریب اختلاف ہے کہ ہر ملک کے لوگوں کے آلاتِ آواز اُسی ملک کی زبان کے لائق ہوتے ہیں۔

مضمون مذکورہ بالا کے بعد دو سوالوں کا جواب دینا اور باقی رہتا ہے اوّل یہ کہ جب یہ کہتے ہو کہ آدمی بغیر الفاظ سُنے نہیں بول سکتا تو پہلا شخص یا پہلی جوڑی یا پہلے آدمیوں نے کس سے بولنا سیکھا تھا چونکہ ان سب صورتوں کی بنا محض مذہبی روایتوں پر ہے تو اس کا جواب بھی اُسی معیار کے مطابق صاف ہے کہ خدا نے پہلے آدمیوں کو الہام کے ذریعہ سے بولنا

سکھایا تھا۔ اس کے بعد یہ قاعدہ مقرر ہوا جیسے پہلے انسان یا انسانوں کو بغیر والدین پیدا کیا اور پھر والدین کے ذریعہ سے پیدا ہونا دوسرا دائمی قاعدہ مقرر کر دیا۔ اسی طرح فطرت نے زبان اور بول چال میں بھی ابتداءً آج کے قاعدہ سے ایک مختلف قاعدہ برتا تھا۔

اگر یہ سوال اصول ارتقاء (ڈارونین تھیوری) پر مبنی ہے تو جواب کا راستہ پہلے سے بھی زیادہ صاف ہے کہ جیسے بندر سے موجودہ حالت تک پہنچنے میں انسان درجہ بدرجہ بندر سے اورنگ اوٹانگ (orang outang) شیمپینزی (chimpanzee) گوریلا وغیرہ کے درجوں میں سے گزرتا ہوا انسانیت کے درجہ تک پہنچا اور جیسے لباس کے سلسلے میں برہنگی سے پتے باندھنے، چمڑا لپیٹنے، چادر اوڑھنے، کفنی پہننے، بدنما لباس استعمال کرنے کے درجوں میں سے گزرتا ہوا ہزاروں یا لاکھوں برس میں موجودہ خوش نما پوشاکوں تک پہنچا۔

اور جیسے خوراک کے سلسلے میں پھل پھول، جڑیں، مُردہ جانور کھا کر اناج بو کر کھانے، پھر پکانے، پیسنے موٹی جھوٹی غذاؤں سے گزرتا ہوا موجودہ لذیذ مقوی خوش نما پُر تکلف غذاؤں تک پہنچا۔

اور جیسے تعمیر کے سلسلے میں غاروں میں رہنے، درختوں پر بسر کرنے، پتوں کے جھونپڑوں، کچے چھپروں میں بسر کرتا ہوا عالیشان پُر تکلف عمارتوں

تک پہنچا بلکہ اور تمام سلسلوں میں موجودہ ترقی یافتہ حالت تک پہنچا۔ اسی طرح غوں غاں، قیں قاں، چوں چاں، سے گزرتا ہوا مسئلۂ ارتقا کے عام قاعدہ کے بموجب درجہ بدرجہ اس مسلسل و مؤثر تقریر تک پہنچا اور جس طرح کم و بیش وہ اپنے گھر والوں سے سیکھتا آیا اسی طرح آج کے پیدا ہونے والے کو بھی اپنے ارد گرد والوں سے سیکھنے کی ضرورت لاحق ہوئی۔

دوسرے یہ کہ جب فقط انسانوں میں آوازیں نقل کرنے کی قابلیت ہے تو طوطا مینا وغیرہ کیوں بولتے ہیں۔ اوّل تو یہ کوئی سوال ہی نہیں اور اگر سوال مان بھی لیں تو اس کا یہ جواب ہے کہ کسی قدر قوتِ نقل انسان کی مانند بعض پرندوں کو بھی دی گئی ہے۔ علم فرینالوجی (Phreno-logy) یعنی علم کاسۂ سر اس کا مؤید ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ دماغ میں جو حصہ مقام نقل آواز کا ہے وہ حصہ بعض حیوانوں میں جتنا بڑا پایا جاتا ہے اسی تناسب سے وہ اور آوازوں کی نقل پر قادر ہوتے ہیں۔ مگر چونکہ پرندوں میں انسانی ادراک نہیں لہٰذا وہ جو کچھ بولنا سیکھ بھی لیتے ہیں اس کے معنی نہیں جانتے اور اس طرح اُن کا بولنا باجہ کی آواز کی طرح اُن کے لئے بیکار ہے۔ مذکورہ بالا قاعدہ کی تائید میں پُرانے تاریخی واقعات بارہا ایک کاغذ سے دوسرے کاغذ پر نقل ہوتے چلے آئے ہیں مگر چونکہ تاریخ ہمیشہ اپنے واقعات دوہرایا کرتی ہے، بہت سی مثالیں

پیش ہو سکتی ہیں۔ آج جون ۱۹۱۳ء سے کوئی پچیس برس پہلے ضلع کانپور میں ایک موضع کے باشندے ایک آٹھ دس برس کا لڑکا بھیڑئی کے بھٹ میں سے پکڑ کر صاحب کلکٹر کے پاس لائے اس وقت تک وہ لڑکا جنگلی درندہ کی طرح صرف کچا گوشت کھاتا اور ایک لفظ بھی نہ بولتا تھا۔ صاحب کلکٹر سے اجازت لے کر منشی محمد علی صاحب مختار فوجداری اپنے مکان پر لے آئے۔ اُس کو روٹی، پھل پھلاری دیتے تو نہ کھاتا اور کچے گوشت کی بوٹی بہت رغبت سے کھاتا۔ آخر اس کو بھوکا مار کر روٹی کھانے کا عادی کیا۔ بولنا سکھایا، پڑھنے بٹھایا۔ اب وہ پڑھا لکھا جوان جناب آغا محمد رضا صاحب شیرازی کے کارخانہ خشت سازی شہر کانپور میں منشی ہے۔ آج سے چار برس پہلے تک مکرمی محترمی جناب منشی وزیرالدین احمد صاحب دہلوی حال وکیل سررشتہ جےپور نے بچشم خود دیکھا تھا۔

موضع کمال گنج ضلع فرخ آباد میں آج جون ۱۹۱۱ء سے چھ سات برس پہلے سترہ اٹھارہ برس کا ایک لڑکا چار ہاتھ پاؤں سے چلتا جنگل سے پکڑا آیا۔ صاحب کلکٹر نے اُس کو دو برس زیر پرورش رکھا۔ اُس نے نہ اپنی رفتار چھوڑی نہ وحشت دور ہوئی نہ آدمیت آئی۔ ناچار اُنہوں نے آزاد کر دیا۔ اب وہ بازاروں میں آزاد پھرتا ہے اور جب لڑکے ستاتے ہیں تو لنگور کی طرح ڈراتا اور لوگوں سے برکتا زندگی بسر کرتا ہے اور بدستور سابق

کچا گوشت بہت خوشی سے کھاتا ہے۔ البتہ اس قدر سیکھ گیا ہے کہ اگر کوئی پیسہ دیدے تو ترکاری فروش کو دیگر آلوؤں کی طرف اشارہ کر دیتا ہے اور کچے آلو بھی بخوشی کھا لیتا ہے۔ بدن سیاہ تو اسا ہے منہ سے کچھ نہیں بولتا بالکل ننگا رہتا ہے۔ منشی نذیر حسین خاں سابق وکیل بگر وسنے اسے بچشم خود موضع کمال گنج میں دیکھا تھا۔

علم اللسان

فلولوجی

یہودی مذہب کی روایتوں سے جس کو عیسائی بھی آسمانی کلام اور مسلمان بھی روح القدس کی آواز جانتے ہیں پایا جاتا ہے کہ طوفانِ نوحؑ کے بعد اُن کے پوتے پڑپوتوں کے وقت تک ایک ہی زبان تھی جب انھوں نے ایک شہر بنایا اور آسمان تک بلند ایک مینار بنانا چاہا تب خدا کو یہ امر برا معلوم ہوا۔ خدا نے اس مینار کو ڈھا دیا اور ان لوگوں کی زبان میں اختلاف ڈال دیا جب آپس میں ایک دوسرے کی بات سمجھنے سے قاصر رہے تو مختلف ملکوں میں پراگندہ ہو گئے۔ دیکھو توریت کتاب پیدائش ابتدائی باب یازدہم

دوسری ہندو صاحبوں کی مذہبی تقریر اس باب میں دو طرح سے ہے۔ اول یہ کہ خدا نے پہلے ایک انسانی مقدس جوڑا پیدا کیا۔ اُن سے

دنیا آگے چلی۔ ان کی زبان قدیم سنسکرت ہے کل زبانیں اُس سے نکلیں۔

دوسری تقریر یہ ہے کہ اول خدا نے بہت سے مرد پیدا کئے۔ ان کی زبان سنسکرت تھی لہذا کل زبانیں سنسکرت سے نکلیں۔

اس کے علاوہ جب وہ مقدس وید کو ابتدائے آفرینش کا الہام مانتے ہیں تو لازمی نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ ام الالسنہ اُن کے اعتقاد میں سنسکرت ہے۔ ڈاکٹر ڈارون کی تھیوری کہ ادنیٰ کیڑا ترقی پاتے پاتے بندر بنا اور بندر ترقی پاتے پاتے آدمی بنا اور یہ تغیر کرۂ زمین پر کئی جگہ ہوا۔ کیونکہ موجودہ نسلِ انسانی اپنی خصوصیات ظاہری و باطنی میں کئی آدموں کی اولاد معلوم ہوتی ہے۔

پس جو خاندان کہیں اور جا بسا صدہا سال کی جدائی ضرورت کے باعث یا تجربہ اور مشاہدہ کی زیادتی کے نتیجہ بکثرت معلومات تنوع ضروریات کے سبب بہت سے اسما و افعال ہر گروہ نے الگ الگ پیدا کر لئے اور زبانوں میں دن بدن زیادہ اختلاف پیدا ہوتا گیا۔ بہرحال اس وقت روئے زمین پر صدہا زبانیں بولی جاتی تھیں اور تمدن کی پستی اور بلندی کے فرق سے قلیل یا کثیر الفاظ سے مرکب ہیں چنانچہ امریکہ کے کسی حصہ میں ایک وحشی گروہ آباد ہے اس کی زبان صرف ساٹھ لفظوں سے مرکب ہے۔ اس کے مقابلے میں سنسکرت، عربی، انگریزی شائستہ زبانیں

جو لاکھوں لغات کا مجموعہ ہیں انگریزی بڑی بڑی لغات کی کتابیں بھی انگریزی الفاظ کا احاطہ نہیں کر سکتیں ڈکشنریوں کے علاوہ بیس ہزار الفاظ زبانوں پر موجود ہیں جو ابھی تک درج لغت نہیں ہوئے علم اللسان کے محققوں نے ظنی اور تخمینی تحقیقات سے زبانوں کے باہمی رشتہ کا پتہ لگایا ہے کہ تمام زبانیں ایک اصل سے پیدا ہوئی ہیں یا چند اصول سے اور کون سی زبان کون سی زبان سے نکلی ہے چنانچہ سنہ ۱۸۰۰ء میں ایک عالم اصول لسان ہرداس (Hervas) نامی نے تین سو زبانوں کے الفاظ جمع کر کے ان کی باہمی مشابہت دیکھ کر باہمی رشتوں کا پتہ نکالا۔ یعنی یہ تحقیق کیا کہ کونسی زبان کس زبان کی بیٹی، کون کس کی ماں اور کون کس کی بہن ہے۔ اسکے بعد سنہ ۱۸۰۶ء سے سنہ ۱۸۱۷ء تک ایک اور فاضل اڈلنگ (Adling) نامی نے فاضل ہرداس کی تحقیق پر اضافہ کر کے چار جلدوں میں ایک اور کتاب لکھی۔ اس نے سلطنت روس کے اہتمام سے اسی باب میں ایک مطبوعہ کتاب سے بھی مدد لی۔ لیکن ابھی تک یہ علم یقینیات کی بنا پر قائم نہیں ہوا۔

اس کے بعد سر ولیم جونس کولبرک (Jones Colbrooke) اور دیگر ممبران ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ منعقدہ سنہ ۱۸۸۹ء نے سنسکرت کے مطالعے کافی روشنی ڈالی۔ انہوں نے گریک لیٹن اور سنسکرت پڑھ کر

ان کا قریبی رشتہ دریافت کیا جو اس وقت تک زیادہ ظاہر نہ تھا اور گاتھک (قدیم جرمنی) اور کالٹک (قدیم ناروے اور سویڈن کی زبان) میں بھی سنسکرت کی مشابہت پائی۔ پرانی فارسی زبان (ژند) بھی سنسکرت سے ملتی ہوئی پائی گئی لیکن ڈوگیل اسٹوارٹ (Dugale Stewart) نے سنسکرت کو کسی قوم کی زبان ہونے سے انکار کیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ برہمنوں نے گریک اور لیٹن زبانوں کے نمونہ پر ایک زبان ایجاد کی ہے۔

پھر ۱۸۰۸ء میں ایک محقق سلیجل (Selegal) نامی نے ایک کتاب لکھی اور ہندوستان، ایران اور یورپ کی زبانوں کو ایک سلسلہ کی زبانیں قرار دیا جس کا انڈو جرمنک نام رکھا۔ اس واقعہ نے جرمنی فاضلوں کو تحقیق السنہ پر مائل کیا۔ انہوں نے بہت سی کتب تصنیف کیں۔ زبانوں کے افعال، اسماء، صرفی نحوی قواعد کی مشابہت مماثلت اور مقاربت یا مغائرت و مباعدت دیکھ کر انہوں نے قرار دیا کہ تمام زبانیں صرف دو سلسلوں میں تقسیم ہو سکتی ہیں۔
ایک ایرین فیملی یا سیمی ٹک سلسلہ۔ یا حامی خاندان اور دوسرے سیمی ٹک فیملی یا سیمی ٹک سلسلہ یا سامی خاندان۔ ان سب کی بنا تحقیق لغات کے مادوں کی تحقیقات پر ہے۔

جو زبانیں صرف لغات کے مادوں سے بنتی ہیں جیسے چینی زبان ان کو مانوسلیبک Monosyllabic کہتے ہیں یعنی ایک جری الفاظ سے مرکب۔ ترقی کے دوسرے دور میں اگلیوٹی نیٹ (Agglutinate) زبانوں کی تحقیقات شروع ہوئی جو تورانی اور قدیم امریکن خاندانوں کی زبانیں ہیں (مرکب الفاظ کی زبانیں) فاضل بنسن (Bonsen) انگریزی محقق لکھتا ہے کہ زبان کی بالکل ابتدائی حالت سے اس وقت تک کہ جب سے ہم نے اس کی ابتدا پر غور کرنا شروع کیا ہے کم سے کم بیس ہزار برس کی عمر معلوم ہوتی ہے۔

(۱) مانوسلیبک السنہ، چینی، تبت، سیام، انام، برہما، جاپان، کوریا

(۲) اگلیوٹی نیٹ السنہ، توران فیملی جس میں تمام یورپ اور ایشیا کی زبانیں شامل ہیں اور بعض افریقہ کی زبانیں جو سیمیٹک فیملی سے کسی قدر مشابہ ہیں (۳) انفلیکشنل لینگویج (Inflexional Language) اس میں فقط دو زبانیں ہیں اور وہ بھی گرامر میں اس قدر مختلف ہیں کہ یہ نہیں بتایا جا سکتا کہ ان میں سے کون سی زبان ایک دوسری سے نکلی ہے جو قومیں سب سے پہلے تہذیب کی رہنما بنی ہیں تاریخی رو سے یہ اُن کی بولی تھیں۔ ان دونوں زبانوں کے سلسلوں کی ذیلی زبانوں کا حال پروفیسر میکس مولر کے مرتبہ شجرہ ہی سے معلوم ہوگا۔

اُردو زبان

شاہجہاں خلد مکاں سے نامی بادشاہ کا زمانہ، ہندوستان جنت نشان سا ملک، دلّی سا قدیم دارالسلطنت پھر مبارک وقت اور نیک ساعت میں اس ہونہار بچّہ یعنی اردو کا برج بھاشا کے معزز خاندان میں جنم لینا۔ پیدا ہوتے ہی صباحت نے آبِ حیات سے نہلایا ملاحت نے سیاہ دانہ جلایا حُسن نے بلائیں لے کر ہر دلعزیزی کی دُعا کی دِلربائی نے مُنہ چُوم کر قبولیت عامہ کی گھٹی دی، عمرِ دراز نے گہوارہ جُنبانی کی، بقائے دوام نے لوری دی۔ یہ ترقی کا دودھ پیتا اور دن دوگنا رات چوگنا بڑھتا۔ ایام شیر خواری میں بھی جب رویا تو نالۂ بُلبُل شیدا اور جب مسکرایا تو خندہ گُل رعنا گویا حُسن وعشق اس کی سرشت میں پڑا تھا تُتلانا بھی نہ موقوف ہوا تھا کہ سلیمانی شوکت نے تاجِ شاہی سر پر رکھ کر عالمگیری کی منادی کرادی۔ اُنگلی کے سہارے چلنا بند نہ ہوا تھا کہ افراطِ شوخی کے سبب مکتب سے بھاگتا تو مجلسِ شعرا میں جا گھُستا۔ وہ تو چند روز میں عاشقانہ غزلیں، عارفانہ رباعیاں، ادیبانہ قصائد کہنے لگا اور میر، مصحفی، جرأت کا مصاحبِ خاص بن گیا۔ بزرگوں کے الیسا عنہ لگا کہ اُستاد انشا کی آڑ میں بڑے بڑوں کے مُنہ آنے لگا۔ اور جیسے دیکھیے اِسی

کا ثنا خواں، جہاں جائیے اسی کا ذکرِ خیر حضرت ضمیر فرماتے ہیں رزم
بزم شادی غمی سب میں طاق ہے۔ حضرت سودا کا ارشاد ہے اس کی نازک
خیالی اور چستی بندش دستی ترکیب کو فارسی سے ملا لو کس کی مجال جو دم مارے
اور اپنی ہجو کرائے۔ مرزا سرور کا فرمان ہے یہ بڑا نثار ہے جب چاہو مقفیٰ
مسجع لکھوا لو۔ داستان امیر حمزہ، بوستانِ خیال، طلسم ہوش رُبا کی
زبانوں پر اس کی ہزار داستانی کا افسانہ ہے۔

سرور سلطانی اور شاہنامہ کے میدانوں میں کھلتی تیغ رانی نیزہ
بازی کے وہ کرتب دکھائے کہ الاماں۔ امیر غریب شاہ و گدا سب کی واہ واہ
نے جو حوصلہ بڑھایا تو فارسی کے میدانوں میں دوڑنا، عربی کے دریاؤں
میں تیرنا رات دن کا مشغلہ ہو گیا۔ قدیم السنہ کو گمان بھی نہ تھا کہ یہ
کم سن بچہ یوں ہاتھ پاؤں نکالے گا۔ ہوش سنبھالتے ہی بلوغت کی تصدیق
چاہی اور سند ملتے ہی کمر باندھ ہتھیار لگا معاصر زبانوں سے علمی جنگ
اور قلمی پیکار کو تیار ہو گیا اور کہا لاؤ جو کچھ تمہارے قبضہ میں ہے نصفا
نصف حقِ ہمسائگی دلواؤ۔ پوچھا گیا تمہارا نام کہا مجموعۃ السنہ پوچھا خطاب
کہا ترجمان السلطنت پوچھا وطن کہا بزرگ متھرا کے تھے اور میری قیام گاہ
دہلی ہے پوچھا اُستاد کہا قدرت پوچھا حامی کہا ربّ العزت پوچھا
استحقاق کہا قوت پوچھا لشکر کہا فصاحت و بلاغت پوچھا باعثِ جسارت

کہا جرأت وہمت۔ اس تڑاق پڑاق پر ہمسایوں نے جل کر حقارت سے کہا ارے یہ تو وہی شاہجہانی کیمپ کا لاوارث بچہ ہے جو بازاروں میں ہمہ و شما کی انگلی پکڑے پھرا کرتا تھا جس نے سنا ہنسا۔

آپ جانئے نوجوانی کا زمانہ دورانِ خون میں تیزی، اعصاب کی مضبوطی، چہرے میں چمک، دماغ میں روشنی، دل میں زور، مزاج میں حرارت بلا استثنا تمام السنہ کو اعلانِ جنگ دے دیا۔ اس دھمکی سے ہمالیہ سے راس کماری اور پشاور سے برہما تک زلزلہ پڑ گیا۔ جدھر دیکھو اسی کا ذکر جہاں سنو اسی کا چرچا۔ اہلِ قلم کے دل تدابیرِ جنگی سے پُر، اہلِ سیف کے دماغ منصوباتِ جنگی سے معمور، مگر شعرا کا انبوہِ کثیر اور جمِ غفیر صف بصف قطار در قطار گروہ در گروہ سلیمانی شوکت اور جمشیدی حشمت کا مورچھل سر پر ہلاتے فتحمندی کی پُرجوش نظمیں بحرِ رجز میں گاتے خیالات کے ہجوم واقعات کی فوج ہجو ملیح کے کمسریٹ Commissariat بڑھاتے مضامینِ بلند کے جھنڈے لہراتے مبالغوں کے گولے برساتے فصاحت کے بگل اور بلاغت کے نقارے بجاتے دبدبۂ قیصری اور سطوتِ سکندری کے ساتھ آگے بڑھے۔ یکایک کُرۂ ہوا میں یہ آواز گونجتی سنائی دی کہ

روزِ جنگ است جنگ باید کرد　　　کوششِ نام و ننگ باید کرد

عالمگیر لڑائی نے طول کھینچا اور سو برس سے زیادہ عربی فارسی

کے حامیوں اور اس فن کے نامیوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا مگر اُردو پر غلبہ پانا تھا نہ پایا۔ لاکھوں جرار سپاہی اور جاں نثار بہادر کام میں آئے۔ بہت سی دارو گیر اور گرز و شمشیر کے بعد یاوری تقدیر سے اُردو نے نصرت کا جھنڈا لال قلعہ دہلی کے مثمن بُرج پر گاڑا اور عادت کے موافق چھوٹا سا نام ریختہ یک بخت ترک کر کے اردوئے معلیٰ کا خطاب اختیار کیا۔ قدیم جاں نثاروں اور پرانے ہوا خواہوں کا بھی رسوخ بڑھا اور ہر ایک کو کارہائے نمایاں کے صلے میں حسب لیاقت حسّان الہند، فصیح الملک، لسان الملک، نجم الدولہ، سلطان الشعراء، ملک الشعراء، بلبلِ ہندوستاں وغیرہ کا خطاب ملا۔ خوش نصیبی نے قدم لئے سعادت نے جواہر خرخندہ فالی نثار کئے۔ اس خوشی کی یادگار میں تمام ملک میں نظم و نثر کا طلائی و نقرئی سکّہ اپنے نام سے جاری کر دیا۔

ابھی اثنا میں تاریخ نے رنگ بدلا۔ زمانہ کا ورق اُلٹا غدر ۵۷ء پڑا گویا حریفوں کے قدم اکھڑ گئے اور لشکر مخالف میں طبلِ بازگشت بجا جہان بھر کی لوٹ اُردو کے ہاتھ آئی۔

امن ہوتے ہی انگریزوں کے اجلاس میں اپنے استحقاق کا دعویٰ کیا اور نوشیروانی عدالت سے اپنے مفید فیصلہ پایا۔ پھر کیا تھا اُردو نے فارسی سے دفاتر کا چارج لیا۔ سرکاری تحریرات پر قبضہ پا کر گورنمنٹ

پریس جاری کر دیا۔ اگر جدید قسم کے آتش باز اسلحہ انگریزی کی حمایت پر نہ ہوتے تو دو چار محکمے بھی اس سے نہ بچتے۔

وہاں سے خاطر جمع ہوتے ہی سوچا کہ مذہب بغیر تہذیب و اخلاق تدبیر منزل سیاست مدن سب غلط یعنی کمال انسانیت کیا بحیثیت شخصے اور کیا بحیثیت نوعے اور کیا بحیثیت نظامے سب ندارد۔ دینی کتب پر ہاتھ ڈالا۔ قرآن شریف کے لفظی اور بامحاورہ مقبول ترجمے شاہ عبدالقادر اور مولانا رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہما سے تصدیق کرائے ملک میں شائع کئے۔ تفسیر کی طرف رخ کیا۔ تفسیر حسینی تفسیر عزیزی کا ترجمہ کیا۔ اور جامع التفاسیر لکھ کر مولانا نواب قطب الدین خاں سے اس کی عمدگی کا سرٹیفکیٹ لکھوا لیا۔

حدیث شریف کا خیال آتے ہی مشکوٰۃ شریف کا شرح نما ترجمہ کر ڈالا۔ اور حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے افادات تک توضیحاً چڑھا دیئے۔ تصوف میں اکسیر ہدایت احیاء العلوم عوارف کا ترجمہ کر ڈالا۔

صحت جسمانی نہایت ضروری اور لازم ہونے کے سبب موجز افضرائی، سدیدی، نفیسی، قانونچہ، قانون شیخ طب اکبر کامل الصناعہ ذخیرہ خوارزم شاہی علاج الامراض قرابادین اعظم وغیرہ کا رفتہ رفتہ ترجمہ کر ڈالا

اس کے علاوہ میٹریا میڈیکا اناٹمی۔ فزیالوجی۔ پریکٹس آف میڈیسن۔ سرجری میڈیسن آف فارمیسی۔ فارما کوپیا وغیرہ کا ترجمہ تیار کرایا۔ اِن کے علاوہ ویدک اور ہومیوپیتھی (علاج بالمثل) ہیڈروپیتھی (علاج بالماء) کرومو پیتھی (علاج شمسی)، مسمریزم (علاج مقناطیسی) وغیرہ وغیرہ۔

غدر کے برسوں بعد جب بخوبی اردو کا طوطی بولنے لگا تو قانونِ فطرت کے موافق مخالفت بھی پیدا ہو گئی۔ کیونکہ جب خدا عروج دینا چاہتا ہے تو چند زوال پسند لوگ ہی ترقی کا موجب ہو جاتے ہیں۔ اللہ کے فضل و کرم سے اردو میں پوری قوت، ذاتی لیاقت، خیالات میں وسعت تصنیف و تالیف کی مہارت علوم و فنون بکثرت آچکے تھے مشاہیر کو فیصلہ کیلئے بلایا ایک زبان سب نے اس کے کمال کا اقرار کیا اور اس کا عظیم الشان کتب خانہ تبحرِ علمی کے ثبوت میں پیش کیا۔ سمندر پار تک کی فتوحات کو صاحب قرانی اور سکہ کو دستاویز فرماں روانی گردانا۔

قرآن شریف کے مختلف ترجمے الہامی زبان سے پکارے کہ خبردار جو اس کی مخالفت کی۔ صحیح بخاری، صحیح مسلم، جامع ترمذی، سنن ابو داؤد، سنن ابن ماجہ، سنن نسائی، موطا امام مالک، تلخیص الصحاح، مشکوٰۃ شریف کے ترجموں نے مہارتِ علمی کی گواہی دی۔ نواب وقار نواز جنگ بہادر دام اقبالہٗ اور دیگر محدثین نے اس کی تائید کی۔ ترجمہ اصول شاشی۔

ترجمہ شرح النشرح نخبۃ الفکر۔ ترجمہ عجالۂ نافعہ دکھا کر علماء کرام نے اُسے
اصولی بتایا۔ اُردو شرح عقائد نسفی۔ عقائد شمسی۔ تہذیب العقائد۔
علم الکلام الکلام کے سبب شمس العلماء مولانا شبلی مدظلہٗ مولانا عبدالحق حقانی
مولوی نجم الغنی خاں صاحب نے متکلم مانا۔ نواب صدیق حسن خاں مولانا
حقانی نے تفسیر ترجمان القرآن کی سولہ جلدیں تفسیر حقانی کی آٹھ جلدیں
تفسیر عظیم کی سات جلدیں تفسیر ابن کبیر کی تیس جلدیں دکھا کر مفسر بےنظیر
منوایا۔ اقلیدس۔ جبر مقابلہ ارثمیٹک کے امتحان ریاضی میں شمس العلماء
منشی ذکاء اللہ خاں مرحوم فیلو یونیورسٹی الہ آباد نے اسے اول درجہ کا
پاس دیا۔

تاریخ میں ٹاڈ راجستان تاریخ ہندوستان ترجمہ تواریخ عربی وفارسی
نے جامع المورخین کا ٹائیٹل دلوایا۔ مبادی الحکمۃ منطق الاقبال کواکف
المنطق نے شمس العلماء ڈاکٹر نذیر احمد۔ مولانا عبدالسلام عرشی مرحوم پادری
اسکاٹ صاحب کے بیانات سے منطقی ہونے کی تصدیق کرائی۔ معانی و
بدیع و بیان کی تعلیم ترجمہ حدائق البلاغت بحر الفصاحت معیار البلاغت
وغیرہ میں مولانا صہبائی مولانا نجم الغنی خاں منشی دیبی پرشاد کے روبرو
اس نے سالہا سال دی۔ فردوسی و نظامی نے میر انیس مرحوم و میرزا
دبیر مغفور کے مجبور کرنے سے رزم و بزم دونوں میں استاد زمانہ مانا۔ حافظ و

سعدی خسرو و نظیری خاقانی سے قدیم یارانہ تھا۔ مگر آتش و ناسخ و ذوق و مومن و غالب حضرت امیر مینائی حضرت جلال حضرت فصیح الملک داغ دہلوی نے اور پختہ کرا دیا۔ سرسید مرحوم نواب محسن الملک نے اس کی گویائی کی دھوم مچادی۔

ناول اور ڈراموں کا خزانہ ہونے کے لئے مولانا شرر اور پنڈت سرشار سے شہرۂ آفاق جادو نگار ضامن ٹھیرے۔ اس کے علاوہ جدید و قدیم علوم و فنون اور تمام زبانوں کے جواہرات مول لینے میں اس کی وہ دھوم ہوئی کہ مادرِ مہربان ملکہ وکٹوریہ قیصرۂ ہند نے مشتاق دیدار ہو کر بذریعہ جہاز نہایت عزت و حرمت سے انگلستان کے پائے تخت لندن میں بلایا۔ اور نہایت پیار سے آغوش محبت میں بٹھایا۔ برسوں ایوان شاہی میں اس نے مزے اڑائے اور اوقات سے زیادہ انعام پائے اور نہ فقط ایوان شاہی میں جگہ پائی بلکہ نوٹ میں اس کا دخل اسٹامپ میں اس کا قبضہ روپیہ میں اس کا حصہ اکنی میں اس کا قدم پیسہ میں اس کا ہاتھ۔ غرض پھر تو قیصر ہندوستان بلکہ مقبول جہاں بن گیا۔ اور کیوں نہ ہو جب کہ ہندوستان کی دونوں آنکھوں ہندو مسلمان نے اس کی حمایت کی اور اس کی جیب علمی جواہرات سے بھر دی۔

حرم و دیر میں ہے جلوۂ پر فن اُن کا ۔۔۔ دو گھروں کا ہے چراغ اک رخِ روشن اُن کا

بلکہ ایک طرف مسلمانوں نے قرآن کی تفاسیر اور ترجموں سے اپنے مذہب کا وکیل بنا لیا ہے تو دوسری طرف ہندوؤں نے وید اور تمہید و تفسیر وید کے ترجموں سے اسے مذہب کا مختار گردانا ہے۔ جہاں حدیث و فقہ اس کے زیر اہتمام چھاپی جاتی ہے وہیں پران اور چھ شاستر اس کے انتظام سے اشاعت پاتے ہیں۔ ایک طرف احیاء العلوم، فصوص الحکم عوارف نے اس کا لباس پہنا ہے دوسری طرف بھگوت گیتا، یوگ وششٹ و اپنشد نے قبولیت کا خلعت پہنا چکے ہیں۔ اگر ایک طرف عربی منطق نے اردو کا چولا بدلا ہے تو دوسری طرف بھاشا نے اس کے گھر میں جنم لیکر ایرین فیملی میں اسے سرفراز کیا ہے۔ اگر اس طرف فتوح الشام اردو نظم و نثر ہے تو اس طرف رامائن اور مہابھارت اردو نثر و نظم۔ اگر اس طرف مثنوی میر حسن بدر منیر ہے تو اسطرف گلزار نسیم بے نظیر۔ اگر ادھر مولانا شررکی جادو بیانی متانت کی جان ہے تو ادھر پنڈت سرشار کی گوہر افشانی ظرافت کی کان۔ اگر ایک طرف مخزن اور دکن ریویو وغیرہ مسلمانوں کے ماہانہ رسالے شائع ہوتے ہیں تو وہیں دوسری طرف زمانہ اور اودھ ریویو وغیرہ اہل علم کی میزوں کو رونق دیتے ہیں۔ ایک طرف مسلمان کارخانہ سے روزانہ پیسہ اخبار جاری ہے تو دوسری طرف ہندو کارخانہ سے روزانہ اودھ اخبار۔ اگر وکیل اور البشیر وغیرہ مسلمانوں کے ہفتہ وار گزٹ ہیں تو دوسری طرف ہندوستان اور

ہندوستانی ہندو صاحبان کے ہفتہ وار قومی ارگن۔

اُردو نے آدھی قوت مسلمانوں کی قلم تیغ سے پائی ہے تو آدھی ہندو فاضلوں کی تیغ قلم سے۔ اس کے علاوہ مسیحی مشنریوں کی مذہبی توجہ اور ہمدردانہ التفات نے اور قصص، تراجم، تواریخ، سوانحعمری، کتب مناظرہ کا انبار اس کے کتب خانہ میں بڑھا کر اس کے اعزاز کی تکمیل کی ہے۔ دیسی زبان ولایتی خیالات سے رل مل کر تصنیفات میں جو یوریشین نسل پھیلی ہے وہ ایشیائی اور یورپین دونوں کے اوصاف کمالیہ جامع ہے اور اپنی نیٹو (Native) کہلانے کو مانع ہے۔ خدا چاہے یہ بھی چند روز میں اریین سٹاک اور علمی زبانوں کے ہم پایہ ہونے والی ہے میری حدِ علم تک سو علوم و فنون سے زیادہ اس کے مقامات مفتوحہ میں آ چکے اور اس کے دربار میں گردنِ اطاعت جھکا چکے ہیں چھاپے کی آسانی کاغذ کی ارزانی ریل و ڈاک کی سہولت تصنیف و تالیف کی کثرت خدا جانے آئندہ کیا وسعت اور شہرت دینے والی ہے لیکن اب ایک پھوٹ ڈالنے والا افرقہ ملک و قوم کے فوائد کی خرابی، حاکم و محکوم میں ناچاقی، ملکی بھائیوں میں نااتفاقی اور بربادیٔ ملک پر تلا ہوا ہے اردو زبان کو خاص مسلمانوں کی زبان کہہ کر تمام ہند میں نفاق کی آگ بھڑکا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ رعایا اور گورنمنٹ اور ہمسایہ قوموں کے تعلقات قائم و مضبوط رکھے۔

آمین

اُردو کے اسلوب

جب تک اردو مستقل زبان نہ بنی ہر صاحب قدرت کی حکومت مختلف طور سے اُٹھاتی - مولویوں کی خدمت میں عربی کی میزان میں تُل کر ابو الفضل ظاہر و وحید کے ڈھب پر لگ جاتی اور منشیوں کی صحبت میں فارسی کے سانچہ میں ڈھل کر ظہوری مینا بازار کے رنگ میں مل جاتی - کوئی لغات کو زبان کی متانت جانتا اور کوئی فارسی تراکیب پے درپے اضافات کو کلام کی سنجیدگی سمجھتا - اگرچہ اب سے چالیس پچاس برس پہلے بھی بعض مشاہیر اہل علم و فن نے سیفِ قلم اور تیغِ زبان سے میدان بازی کی جھاڑی صاف کی خس و خاشاک دور ہا روڑے علیحدہ ٹیلے برابر گڑھے پُر کر کے روانی کی نہر دی سلاست کے سبزہ اور فصاحت کے گلزار سے باغ بہشت بنا دیا تھا - مثلاً حضرت خواجہ میر امان دہلوی صاحب باغ و بہار حضرت میرزا غالب دہلوی - مولانا محمد حسین آزاد دہلوی صاحبِ آب حیات - حضرت مولانا محمد قاسم صاحب دیوبندی صاحب تقریر دلپذیر اور بہت سے شعراء تاہم نثر اُردو کا کوئی معیار صحیح قائم نہیں ہوا تھا کیونکہ وہ بیچارے عربی کے سلاطینِ اعظم ادیبوں اور فارسی کے شاہان بزرگ انشا پرداز وں کے ناز بردار تھے نمونہ کے طور پر ۱۲۸۰ھ ہجری کی ایک تصنیف سے چند سطریں ذیل میں نقل کی جاتی ہیں :-

مظہر العجائب ص۵ - اس ہنگام میں بعض احباب اطباب اور برخے اطباب احباب بمقتضائے نفس غیرت دینی نہ باقتضائے غیرت نفس دنی متر صد دشمنی اسے کہ بحکم بکل فرعون موسٰی و بکل دجّال عیسٰی، عوام خالیہ میں بمطاوی شرح اربعین محدث دہلوی کہ بے شائبہ ریب حق مبین ہے بازائے تنویہ شوکہ دین جواد خامہ نظماً معطوف انسان ہوا اگر ایام حالیہ میں بفحاوی تفسیر فاتحہ کتاب رب قوی کہ بے محالہ عیب مظہر العجائب ہے برائے تنبیہ جو کہ بد آئین مداو آمہ نثراً معروف البیان ہوئے ہر آئینہ مضمون موزوں الدین النصیحتہ جلوہ ظہور فرمائے اور موزوں مضمون "الحق یعلو ولا یعلٰے" اپنے موقع پر آئے ہر چند قیل و قال مستہجن امثال ان مواقع میں خیلے نامستحسن ہے کیونکہ فن تفسیر متکفل تقاریر علوم بدیعہ قرانیہ ہے نہ متحمل تصاویر رسوم شیطانیہ والا ایسے مبتدعات واہیہ اور مخترعات لاہیہ کے ایراد و ایجاد پر ہر محاسب دانا اپنے عقیدہ کے مناسب توانائیے

گر جب اردو نے زور پکڑا جوان ہوئی قرنوں دنیا کے نشیب و فراز دیکھے بازار سے گزر کر دفاتر پر قبضہ پایا نظم و نثر میں تصنیف و تالیف میں ترجمہ میں مجلس میں مجمع میں وعظ میں تحریر میں شادی میں غمی میں شاہی فرمانوں میں سلطانی ہنڈیوں میں ملکی سکوں میں انتظامی قانون میں معاہدوں میں عہد ناموں میں مسلوں میں احکام میں منقول میں معقول میں کالج میں مدارس میں مشرقی السنہ کے امتحانات میں پورا دخل و تصرف پالیا پھر تو ملک و اہل ملک کی رگوں میں

خون کی طرح دوڑنا اور غیر زبانوں کو بے دخل کرنا شروع کیا اگر عربی کو مذہب
نہ تھامتا اور فارسی کو صیغہ تعلیمات نہ سنبھالتا انگریزی کی حمایت پر گورہ فوج
نہ ہوتی تو اردو اور خصوصاً آج کی شستہ اردو پر دیسی زبانوں کو ٹھہرنے نہ
دیتی کیونکہ ہر مذہب کی کتابیں اس میں موجود ہر علم کی تصانیف اس میں حاضر
عربی و فارسی انگریزی و یونانی فرانسیسی مرہٹی گجراتی عبرانی وغیرہ اور دیگر
السنہ سے ترجمہ کا سلسلہ جاری (ان تمام زبانوں سے ترجمہ کی ہوئی کتابیں
تو خود میرے مختصر سے کتب خانہ میں موجود ہیں۔ اس سے زیادہ
زبانوں سے ترجموں کا مجھ کو علم نہیں فقط مصنف)

پھر بھی کہا ہے کہ اردو نے آج زیادہ لغات کا بار اور بھرپور اضافات
کا بار سر و گردن سے اتار ڈالا ہے فقط لیڈی فیشن کا ہلکا زیور جو اصلی حسن
کو چھپا نہ سکے جسم پر سجا رکھا ہے مقفیٰ کا دور گزر چکا مسجع کا سکہ بازار سے اٹھ چکا۔ اب تو
سعدی کی فارسی کی طرح اردو زبان کا معیار اور کلام کا اسٹینڈرڈ صفائی
ہے۔ ناظرین کے اطمینان اور حصول بصیرت کے لیے مشہور فاضلوں مسلم ادیبوں
مقبول مصنفوں مشاق انشاپردازوں سحر بیان اسپیکروں کی تقریروں
اور تحریروں سے کچھ کچھ ہدیہ ناظرین ہے۔ ان میں عربی کے فاضل بھی ہیں فارسی کے
ماہر بھی سنسکرت کے عالم بھی ہیں۔ انگریزی کے بی اے۔ ایم اے بھی۔ دنیا
کے تمام مشہور زبانوں کے ادیب بھی وکیل بھی بیرسٹر بھی۔ ڈپٹی کلکٹر بھی،

رئیس و جاگیردار بھی۔ ہندو و مسلمان عیسائی بھی، شیعہ سنّی اور دیگر فرقے بھی دہلی لکھنؤ کے اہل زبان بھی اور دیگر شہروں کے زباں داں بھی، ناظم بھی، ناثر بھی، اڈیٹر بھی، ناولسٹ بھی، ڈراماٹسٹ بھی۔ مگر باایں ہمہ اختلافات زبان کا معیار سب جگہ بادنیٰ تفاوت وہی ایک ہے جو بیان ہو چکا۔

مولانا آزاد دہلوی

ایک بچہ شاہجہانی بازار میں پھرتا ہے شعرا سے اٹھالیں اور ملک سخن میں پال کر پرورش کریں۔ انجام کو یہاں تک نوبت پہنچے کہ وہی ملک کی تصنیف و تالیف پر حاوی ہو جائے۔ اس حالت میں اس کی عہد بعہد کی تبدیلیاں اور ہر عہد میں اس کے باکمالوں کی حالتیں نظر آئیں جن کی وقت بوقت کی تربیت و اصلاح نے اس بچہ کو انگلی پکڑ کے آگے بڑھایا اور رفتہ رفتہ اس درجہ تک پہنچایا کہ جو آج حاصل ہے۔ صاف نظر آیا کہ ہر عہد میں وہ نیا رنگ بدلتا رہا ہے اور اس کے باکمال تربیت کرنے والے وقت بوقت ترکیب الفاظ سے اس کی رفتار اطوار میں اصلاحیں کرتے رہے ہیں چنانچہ اس لحاظ سے پانچ جلسے سامنے نظر آئے۔

✻

نواب جواد الدولہ عارف جنگ آنریبل ڈاکٹر سر سیّد احمد خان بہادر

ایل۔ ایل۔ ڈی۔ کے۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ مرحوم

مگر پچھلی تاریخ اور گزشتہ زمانہ کی ہسٹری ہمارے لئے گواہ ہے کہ کوئی شخص دنیا میں آج تک ایسا نہیں گزرا جس کے کاموں پر اب لوگ گرویدہ ہیں اور اسکو عمدہ سمجھتے ہیں مگر ابتدا میں اس سے مخالفت نہ کی گئی ہو ہزاروں آدمی شروع میں اس پر لعنت کرتے تھے اور یہ لعنت کچھ دنیاوی امور پر محدود نہ تھی بلکہ مذہبی امور سے شمول ہیں ان پر لعنتیں کیجاتی تھیں۔ کیا کوئی شخص بھول گیا ہے امام غزالی رحم کا حال جن کو آج لوگ نہایت بزرگ اور پیشوا اور مقتدا تمام عالم کا سمجھتے ہیں اور ان کی کتابیں احیاء العلوم اور کیمیائے سعادت علم دین کے خزانے کی کنجی خیال کیجاتی ہیں مگر ان کی حیات میں اور کتابوں کی تحریر کے وقت ان پر لعنت ہوتی تھی۔ تکفیر کے فتوے دیئے جاتے تھے قتل کا حکم ہوتا تھا کوئی ذلت کوئی خرابی ان کے واسطے باقی نہیں رہی تھی۔
اور اُن پہ بھی کیا ہے کوئی کام بھلائی کا جس کو لوگ نہ سمجھتے ہوں ایسا نہیں ہوا جس کے کرنے والے پر لعنت و ملامت نہ ہوئی ہو پس اگر میرے ساتھ بھی ایسا ہی برتاؤ کیا گیا تو کونسی تعجب کی بات ہے مگر جو شخص سچے دل اور نیک نیتی سے کسی کام کو کرتا ہے اُس کو بُرا کہنے والوں سے غرض نہیں ہوتی

اُس کو خدا سے غرض ہوتی ہے اور جبکہ خدا سے غرض ہے تو لوگوں کے بُرا کہنے سے اس کے دل پر کچھ اثر نہیں ہوتا بلکہ ان لوگوں کے ساتھ اس کی محبت بڑھتی جاتی ہے اور وہ زیادہ کوشش کرنے لگتا ہے۔ الخ

نواب محسن الملک مولوی مہدی علیخان بہادر

میں نہیں سمجھتا کہ ہمارے بزرگ کیوں قوم کی طرف سے ایسے نا امید ہوتے ہیں میرے نزدیک جو کام انہوں نے قوم سے لیا ہے نہ ہماری پچھلی تاریخ میں اسکی نظیر مل سکتی ہے نہ اس زمانہ میں کہیں جگہ ہم اس کی مثال پاتے ہیں۔ بہت بڑا نمود کا کام جو اس صدی میں اور انگریزی عملداری کے شروع سے اب تک اس صوبہ میں ہوا ہے وہ میور کالج ہے اور جس پر اس صوبہ کے حاکم اعلیٰ برسوں تک متوجہ رہے ہیں مگر اس کیلئے دو لاکھ نو ہزار روپے سے زیادہ جمع نہ ہو سکا اور اس میں بھی ایک بہت بڑی رقم لاکھ روپے کی صرف راجہ دیجانگر کی دی ہوئی ہے۔ اب بمقابلہ وقعت و رعب اور درجہ سر ولیم میور بہادر لفٹننٹ گورنر کے سید صاحب کی حالت کو دیکھیے باعتبار درجہ کے صرف ایک ماتحت جج بلحاظ دولت کے محض مفلس بنظر عقائد کے مشہور زمانہ بوجہ مخالفت جمہور کے خارق اجماع طرز معاشرت قوم کو نفرت دلانیوالا لباس آپ کا مسلمانوں کے نزدیک من تشبہ بقوم کا مصداق پھر

اسی زمانہ میں تہذیب الاخلاق جاری اور مذہبی خیالات کی اصلاح میں آپ سرگرم اس پر رقم مطلوبہ کی مقدار نہایت قلیل اور مانگنے کا ڈھب دنیا سے نرالا ع اے تو مجموعۂ خوبی زکدامت گویم جس ادا کو دیکھئے دلفریب اور جس بات پر نظر کیجئے ہوش ربا ؎

زفرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم کرشمہ دامن دل میکشد کہ جا اینجا است

اس ساز و سامان سے آپ چندہ جمع کرنے کے لئے آمادہ ہوئے اور وہ بھی ایسے کام کیلئے جو قوم کے نزدیک مذہب کا برباد کرنے والا اور جس میں شرکت گناہِ کبیرہ اس پر ساٹھ آٹھ لاکھ روپے مسلمانوں کی گرہ سے نکلوانا اور ایک ایسی شاہانہ عمارت جو اپنی طرز میں بے مثل ہو بنا دینی ایسی چیز ہے جس کے خیال سے حیرت ہوتی ہے۔ الخ

شمس العلماء ڈاکٹر ڈپٹی نذیر احمد صاحب ایل۔ ایل۔ ڈی

خود سید احمد خاں کو اور آپ صاحبوں میں سے اکثر کو معلوم ہے کہ میں بعض مذہبی عقائد میں سید احمد خاں سے اختلاف رکھتا ہوں اور اس کو خست سمجھو یا بے پروائی یا خود پسندی کہ میں کبھی سید احمد خاں کی تصنیفات کا سیس کرائبرد Subscriber نہیں رہا۔ بایں ہمہ تہ دل سے اس کا معتقد تھا کہ تہذیب الاخلاق مسلمانوں کے ریفارم کی دی اونلی (صرف ایک

ہی) تدبیر ہے مسلمان بعض مذہبی غلط فہمیوں کے اعتبار سے محتاج تنقیہ تھے تہذیب الاخلاق میں بھی کبھی ایسے آرٹیکل بھی نکلتے تھے جن کو میں نے ذری اسٹرونگ پرگیٹو (نہایت تیز جلاب) سمجھا۔ مگر جب معدہ عاصی ہوتا ہے اور مادہ سوداوی عسیر الانفلاح تو بدون اسٹرونگ پرگیٹو کے کام نہیں چلتا۔ دہلی میں علماء کا ایک نامی گرامی خاندان ہو گزرا ہے انہوں نے ترجموں سے پند و نصیحت سے ہندوستان میں اشاعت اسلام کے لئے بڑی بڑی کوششیں کی ہیں اور یہ انہیں بزرگوں کی کوششوں کے نتیجے ہیں کہ ہندوستان کے مسلمانوں کو تجوزاً مسلمان کہا جا سکتا ہے ورنہ یہاں کے مسلمانوں میں اور ہندوؤں میں صرف انگرکھے کے پردہ ہی کا فرق رہتا تو رہتا وہ بھی شاید شاید کا لفظ میں نے اس لئے کہا کہ آخر وہ دن آنے والا تھا کہ سید احمد خان کوٹ پتلون کو رواج دے کر اس التیاز کو بھی اٹھا دیں۔ تاکہ مذہب کا پردہ ڈھکا رہے اَلنَّاسُ عَلٰی دِیْنِ مُلُوْکِھِمْ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ الناس علیٰ دین سوسائٹی ہم، اس سے زیادہ فصیح ہے۔

(لکچر نمبر ۱۶۔ اجلاس ہشتم محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس منعقدہ دسمبر ۱۸۹۳ء بمقام علیگڑھ)

شمس العلماء مولوی محمد ذکاء اللہ خانصاحب فیلو یونیورسٹی الہ آباد

بعض اہلِ دانش یہ فرماتے ہیں کہ مذہب و سائنس میں قدرتی عداوت

اور فطرتی بیر ہے ان کو مصالحت کرا کے ہمبزم بنانا ہوا کا بوٹا اور بگولہ کا پھل پانا ہے۔ مذہب مستقل ایمان ان میں قائم کرتا ہے جس میں کبھی تغیر نہیں ہوتا وہ اپنی جگہ سے نہیں ہٹتا سائنس میں ہمیشہ تغیر ہوتا ہے وہ ترقی کے لئے آگے قدم بڑھاتا چلا جاتا ہے۔ مذہب اپنی حکومت کے آگے دوسرے کی حکومت دیکھ نہیں سکتا سلطنت پر بھی مسلط ہونا چاہتا ہے اور اس کی مساوات کو بھی اپنے ساتھ روا نہیں رکھتا۔ سائنس کبھی سلطنت سے اتحاد پیدا کرنا نہیں چاہتا۔ وہ نیچر پر اپنی فرمانروائی چاہتا ہے جس میں سوائے بہبودی خلائق کے کچھ اور نہیں (مذہب و سائنس کی رزم نرم صا)

مسٹر جسٹس سید محمود صاحب بیرسٹرایٹ لا

اے حضرات جو لوگ مشینات روزگار تھے خواہ وہ باعتبار دولت و مقدرت ہوں خواہ علم و فضل کی وجہ سے شہرۂ آفاق ہوں کوئی قاعدہ عام قوم کیا ہے قائم نہیں ہو سکتا عقلاء انگلستان نے اور نیز اُن کے نامور مدبران سلطنت نے یہ قرار دیا ہے کہ جس قوم کی حالت کا موازنہ کرنا چاہو تو اس قوم کے متوسط الحال اشرافوں کی حالت پر قیاس کرنا چاہئے کہ یہی طبقہ ہر قوم کا بمنزلہ اس کی ریڑھ کی ہڈی کے ہے کہ جس وجہ سے جسم انسان کا قائم ہے اور استحکام ہوتا ہے اور جس قوم کو پاؤ کہ اس کے متوسط

حال شہر اف نہ خندہ حال نہیں ہیں نوجوان ہو کہ وہ قوم بھی خمیدہ پشت ہے اور نہ خندہ حال نہیں ہے۔ الخ (لکچر اجلاس ہشتم محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس منعقدہ ۱۸۹۳ء بمقام علیگڑھ)

شمس العلما مولانا شبلی نعمانی معتمد ندوۃ العلما

بلاغت۔ انیس و دبیر کے موازنہ میں یہ فقرہ ضرب المثل ہو گیا ہے کہ میر صاحب میں فصاحت زیادہ ہے اور میرزا صاحب میں بلاغت لیکن یہ فقرہ جس قدر زیادہ مشہور ہے اسی قدر بلکہ اس سے زیادہ غلط اور بے معنی ہے۔ بلاغت کی جو تعریف تمام کتابوں میں مذکور ہے اور جس سے کسی کو کسی قسم کا اختلاف نہیں اس کی رو سے بلاغت کی پہلی شرط یہ ہے کہ کلام فصیح ہو اس لئے فصاحت و بلاغت کو باہم حریف قرار دینا اجتماع النقیضین ہے۔ اگر میرزا صاحب میں بلاغت زیادہ ہے تو اس کے یہ معنی ہیں کہ فصاحت بھی زیادہ ہے کیونکہ کلام اس وقت تک بلیغ نہیں ہو سکتا جب تک اس کے تمام الفاظ۔ مفردات و مرکبات فصیح نہ ہوں فصاحت میں کسی قسم کی کمی ہو گی تو بلاغت میں بھی کمی ہو گی۔ اس لئے کسی کلام کی نسبت یہ کہنا کہ اس میں بلاغت زیادہ ہے اور فصاحت کم گویا یہ کہنا ہے کہ فصاحت زیادہ بھی ہے اور کم بھی (موازنہ صفحہ ۳۵)

آنریبل پنڈت اجودھیا ناتھ صاحب وکیل ہائیکورٹ

پہلے میں حمد خالق ارض و سما لکھوں
بعد اس کے پھر میں نعت شہ انبیا لکھوں

اہل اسلام کی کتب دینی سے یہ کیونکر ثابت ہو سکتا ہے کہ ہندو اہل کتاب نہیں ہیں کلام اللہ میں رب العلمین جناب خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے فرماتا ہے ولقد ارسلنا رسلا من قبلک منھم من قصصنا علیک ومنھم لم نقصص علیک یعنی اے محمد ہم نے تحقیق بہت سے پیمبر تم سے پیشتر بھیجے۔ ان میں سے بعض کا ذکر تم سے کیا اور بعض کا نہیں کیا فقط۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ بہت سے انبیا ایسے ہیں جن کا ذکر کلام اللہ میں نہیں پس یہ ممکن ہے کہ ان انبیاء میں سے کوئی نبی ہندوستان میں بھی مبعوث ہوا ہو۔

دوسرے مقام پر کلام اللہ میں تحریر ہے ولقد بعثنا فی کل امۃ رسولا۔ یعنی ہم نے بے شک ہر قوم میں ایک پیغمبر بھیجا ہے۔ اب فرمائیے کہ ہندو بھی ایک قوم ہیں یا نہیں اور اس آیت سے ہندوستان میں بھی نبی کا مبعوث ہونا واضح ہوتا ہے یا نہیں۔ الخ

(اسپیچ نیشنل کانگریس کے اغراض و مقاصد پر۔ ۲۰ اپریل سنہ ۱۹۰۰ء بمقام لکھنؤ)

سوامی دھرمانند صاحب بھارتی

جناب من علم الٰہیات اور علم طبیعات کے مطالعہ کرنے والے کے لئے شاید اسلام کی تاریخ آغاز و ترقی سے زیادہ دلچسپ مضمون اور کوئی نہ ہوگا جس نے ایشیا کو عیسائیوں کی بُت پرستی سے بچایا اور ایک صدی سے کم عرصہ میں دنیا میں ایک ایسی عظیم الشان سلطنت قائم کی جو اہلِ روما کی سلطنت سے کسی صورت میں کم نہ تھی۔ جب میں ان گہرے اور روزمرہ کے تعلقات پر نظر کرتا ہوں جو ہمارے اور مسلمانوں کے درمیان بحیثیت ایک شہنشاہ کی رعیت ہونے کے ہیں اور ان اسباب پر غور کرتا ہوں کہ کیوں شرع محمدیؐ کا دنیا کی ان قوموں نے بھی جہاں اسلام کے جھنڈے نہیں پہنچے اس قدر شوق سے استقبال کیا تو قدرتی طبیعت اس طرف مائل ہوتی ہے کہ اسلامی آئین ملکی و مذہبی کا مطالعہ کیا جائے جو قرآن شریف میں نازل ہوئے ہیں۔ اور جو نہ صرف لاثانی اور دستور العمل بننے کے لائق کتاب ہے بلکہ دنیا میں علم و ادب کا بھی حیرت انگیز نمونہ ہے (یہاں تک کہ کہتے ہیں) قرآن شریف کا انگریزی صحیح ترجمہ ہونے پر مسلمان اُن متعصب اور بد طینت غیر مسلم لوگوں کو جو اسلام اور بانیٔ اسلام کی بابت خلاف رائے رکھتے ہیں اور مسلمان اور ہندوؤں میں ملاپ ہونے

کو ملکی خطرہ سمجھتے ہیں کھلم کھلا دعوت دے سکیں گے۔ میں نے ایک صدی کا چوتھائی حصہ قرآن شریف اور احادیث کے مطالعہ میں صرف کیا ہے اور میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ اگر کوئی شخص تعصب کی عینک آنکھ سے دور کر کے کلام مجید کو غور و خوض سے پڑھے خواہ اصل سے یا صحیح ترجمہ سے تو ضرور ہے کہ ہم ہندو اور ویشنو اس بھارت ورش کو زیادہ خوشحال اور عقلمند بنا سکتے ہیں اور اس نا اتفاقی کے گڑھے کو جو اب ہم میں اور پیغمبر عرب کے پیروؤں میں حائل ہے پر کر سکتے ہیں۔

(اخبار "او بزرور" ۵ نومبر ۱۹۰۷ء)

مسٹر ستیانند اگنی ہوتری بانی دیو سماج لاہور

سوامی صاحب اپنے ایشور کے منہ سے نکلے ہوئے اور ایشور کی خدمت میں دعا کی ہوئی دعا میں یہ ظاہر فرماتے ہیں کہ جن لوگوں نے برہمچریہ گرہست وان پرست اور سنیاس نہ رکھا ہو (مثلاً جیسا کہ خود سوامی صاحب نے گرہست اور آریہ سماج کی کثرت سے لیڈروں نے برہمچریہ وغیرہ نہیں رکھا) ایسے لوگ یا تو ہماری تعلیم کو قبول کریں یا اُن کی زندگی کا خاتمہ ہو جائے یا ہمارے بس میں ہو کر رہیں!!

کھتے پنڈت دیانند صاحب کے ویدک دھرم کے مخالف بھارت

باسی سناتن دھرمی ہندو یا برہمو یا مسلمان یا عیسائی صاحبان! اب آپ کو ان تینوں باتوں میں سے کون سی بات منظور ہے۔ یا ویدک دین قبول کرو یا زندگی سے مایوس ہو کر ویدک دھرمیوں کی غلامی اختیار کرو اور اس کا مقابلہ کرو۔

پنڈت لیکھرام صاحب آریہ مسافر کے رسالہ جہاد مطبوعہ ۱۸۹۲ء کے صـ۵ کے ساتھ کہ جہاں وہ قرآن کی سورۂ توبہ کا ترجمہ کرتے وقت مسلمانوں پر اعتراض کرتے ہیں کہ ان میں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ جب تک کوئی توبہ نہ کرے اور نماز نہ پڑھے یا زکوٰۃ نہ دے تب تک اس کو بغیر قتل کیے نہ چھوڑیں۔ واہ ایشور کی کیسی الہامی آگیا (صـ۳ رسالہ آریہ سماج کے دینی کتب میں جہاد کی تعلیم مؤلفہ دیورتن صاحب)

مسٹر چھجو سنگھ صاحب ایڈیٹر ویدک وجی پتر اجمیر آریہ سماج پنڈت اگنی ہوتری صاحب سے معافی

ہم نے اپنے رسالہ ویدک وجی پتر نمبر ۱ بابت ماہ اپریل ۱۸۹۲ء میں جو مضمون لاہور کے دیو دھرم مشن کے بانی پنڈت ستیانند اگنی ہوتری صاحب کی نسبت مشتہر کیا تھا اس کی نسبت ہم نہایت افسوس ظاہر کرتے ہیں مضمون مذکورہ میں جس قدر اتہامات پنڈت صاحب کی نسبت خصوصًا اور دیو دھرم

مشن کے دوسرے شخصوں کی نسبت عموماً عائد کئے گئے تھے وہ سب واقعات کے خلاف اور جھوٹے ہیں۔ ہم اس مضمون کی تحریر سے سخت درجہ کی شرمساری ظاہر کرتے ہیں اور پنڈت صاحب نے جو ہمیں معافی مانگنے کا موقع دیا اس کے لئے ان کا شکریہ ادا کر کے صدق دل سے ان سے معافی کے خواستگار ہوتے ہیں۔ الخ

نمبر ۲۔ پنڈت اگنی ہوتری صاحب سے معافی

ہم نے اپنے ۱۰ ارجون ۱۸۹۰ء کے پرچہ میں اجمیر کے ویدک وجی پتر کے ایک آرٹیکل کا حوالہ دے کر یہ لکھا تھا کہ "اس میں پنڈت اگنی ہوتری صاحب کی نسبت جو باتیں درج کی گئیں وہ حرف بحرف سچ ہیں اور یہ کہ وہ پنڈت اگنی ہوتری صاحب کا صحیح صحیح خاکہ اُتارتی ہیں"۔ ہمیں نہایت افسوس ہے کہ ہم نے مذکورہ بالا باتیں تحریر کیں کیونکہ ویدک وجی پتر نے پنڈت اگنی ہوتری صاحب اور نیز اور شخصوں کی نسبت جو دیو دھرم مشن سے تعلق رکھتے ہیں جو کچھ اتہامات لگائے تھے وہ بالکل جھوٹے تھے اور اسلئے ہم اپنی پہلی تحریر کو واپس لیکر اُنسے معافی مانگتے ہیں الخ (از رسالہ کھلی چٹھی بنام مسٹر رپانند صاحب ایم اے پروفیسر ڈی اے وی کالج لاہور صفحہ ۳۳ و ۳۴)

مسٹر دھرم پال صاحب بی اے فخرِ آریہ سماج

اور ہم سب چھوکروں نے مل کر سبھا کو موم کی ناک بنالیا ہے کبھی ہم اُس کو

شمال کی طرف موڑ دیتے ہیں اور کبھی جنوب کی طرف۔ اس میں ہمارا بھی کوئی قصور نہیں ہے قصور سب ہمارے بزرگوں کا ہے جنہوں نے ہم کو سر پہ چڑھایا اور ہم کو دوسروں کی پگڑیاں اُتارنے کا اُپدیش دیا ہم نے دوسروں کی پگڑیاں اُتاریں اور ہمارے بزرگ چپ چاپ تماشہ دیکھتے گئے بلکہ خوش ہوتے گئے کہ ہمارے سعادت مند برخوردار اچھا کام کر رہے ہیں جب ہم سب کی پگڑیاں اُتار چکے تو پھر ہم نے اپنی ٹوپی بھی اُتارنی شروع کر دی اور ہاتھ لگے ایک دو بچے کھچے بزرگوں کی پگڑیوں پر بھی ہاتھ ڈال دیا۔ اب ہمارے بزرگوں کو ہوش آیا اور ان کو اپنی غلطی کا اس وقت پتہ لگا جب کہ ہم سب چھوکروں نے آپس میں ہولی کھیلنی شروع کر دی اور ایک طوفان برپا کر دیا ہمارے بزرگوں کی ایسی حرکتوں نے درحقیقت آریہ سماج کا شیرازہ ڈھیلا کر دیا ہے کیونکہ ہمارے بزرگوں نے دوسروں پر اس قسم کے حملے کر کے ہمارے جیسے چھوکروں کے سامنے ایک سخت نامناسب اور خطرناک مثال قائم کر دی ہے۔ ہم نے بھی اپنے بزرگوں کے نقشِ قدم پر چلنے میں سعادت مندی سمجھی ہم درحقیقت کپوت ہوتے اگر ہم دوسروں کی پگڑیاں اُتار کر اپنی اور اپنے بزرگوں کی پگڑیاں نہ اُتارتے۔ الخ (از کتاب دھرم پال کے بہروپیا پن کی اصلیت مصنفہ مسٹر لچھمن داس راہم نگری۔ صفحہ ۴۶ – ۴۷)۔

منشی تھورام صاحب ضانند مولف سوانحعمری راجہ رام موہن رائے

عربی زبان کی تعلیم کیلئے نو سال کی عمر میں رام کانت رائے (والد) نے ان کو پٹنہ بھیج دیا۔ وہاں انہوں نے دو ہی سال میں اقلیدس اور ارسطو کی کتابیں پڑھ ڈالیں۔ ان کتابوں سے اُن کی غیر معمولی عقل اور تیز ہو گئی اور ان کے اعتراض کی طاقت بڑھ گئی اور خیال کیا جاتا ہے کہ قرآن پڑھنے اور مولویوں کے ساتھ مباحثہ کرنے سے اس وقت وحدانیت کا خیال اُن کے جی میں پیدا ہوا۔ صوفی کتابوں میں اُن کو بڑا لطف ملا اور ان کتابوں سے انہیں (مہاتما راجہ موہن رائے بانی برہمو سماج) از حد محبت رہی فرصت کے وقت وہ حافظ و مولوی رومی وغیرہ صوفیوں کی کتابوں کو غور سے مطالعہ کیا کرتے اور اکثر اوقات ان کے اشعار کا اپنی گفتگو میں حوالہ دیا کرتے تھے۔ بہر کیف یہ بھی ان کے تبدیل مذہب کا بڑا باعث ہو سکتا ہے یسنسکرت کی تحصیل سے بھی فارغ ہو کر اسی طرح پر رام موہن رائے گھر میں واپس آئے تو انہوں نے مذہبی باتوں پر غور و فکر شروع کی لیکن وہ جس قدر ان باتوں میں خوض کرنے لگے اسی قدر مروجہ مذہب میں شک بڑھتا گیا پہلے تو انہوں نے اہل اسلام کی کتابوں میں توحید کا سبق پڑھا۔ الخ (سوانحعمری راجہ رام موہن رائے صفحہ ۱۶-۱۷)

اڈیٹر صاحب اخبار ہندوستانی لدھیانہ

ہمعصر البشیر رقم طراز ہے، پلیگ افسر الہ آباد نے جو رپورٹ الہ آباد کے طاعون کی نسبت دی اُس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ان قوموں میں جو گوشت خوار نہیں ہیں بمقابلہ گوشت خوار قوم کے طاعون زیادہ پھیلا۔ اُس پر اخبار ہندوستانی جو ایک راسخ الاعتقاد ہندو ہے اور مختلف طریقہ سے گئو رکشنی کی حمایت اور گوشت خواروں کی مذمت وقتاً فوقتاً کر چکا ہے رپورٹ مذکور کے اس حصّہ پر حسب ذیل ریمارک کرتا ہے :-

اُس تفاوت کا یہی سبب ہو سکتا ہے کہ گزشتہ قحط کے زمانہ میں آبادی غیر گوشت خوار نے بہت تکلیف اُٹھائی اور اُن کی طاقت روز بروز ایسی کم ہوتی جاتی ہے کہ وہ وبائی امراض کا مقابلہ نہیں کر سکتے ہیں۔ برہمنوں اور بنیوں میں فوتیاں اس وجہ سے زیادہ ہوئیں کہ یہ کافی غذا نہیں پاتے ہیں۔ برہمن۔ عیسائیوں اور مسلمانوں سے میلے نہیں رہتے ہیں مگر نسبتاً دیسی عیسائی اور مسلمان بمقابلہ برہمنوں کے طاعون کے اثر سے اس باعث زیادہ بچ سکے کہ وہ کسی قدر قوت پیدا کرنے والی غذا زیادہ اور ارزاں پاتے ہیں، یہ تجربہ الہ آباد ہی کا نہیں ہے بلکہ بمبئی میں بھی ہوا ہے۔ گزشتہ مردم شماری سے معلوم ہوا کہ بنیوں نے

بمقابلہ دیگر اقوام طاعون سے زیادہ نقصان اُٹھایا۔ کیا کوئی شخص چینیوں پر مسکینی کا الزام عائد کر سکتا ہے؟ چینی ہوشیار بھی ہیں اور مالدار بھی۔ اس بات (عبث) کم خوراکی کی وجہ سے وہ اپنے تئیں مرنے کی اجازت نہیں دے سکتے تاہم چینیوں میں بھی بکثرت فوتیاں ہوتیں۔ وجہ یہ ہوئی کہ ان کی غذا کافی قوت کی نہیں ہوتی۔ مکھن اور دودھ کی چیزیں جو پورے دام دیکر خرید کرتے ہیں نہ تو وہ صاف ملتی ہیں اور نہ ایسی ارزاں ہیں کہ ضرورت زندگی کے لائق خریدی جاسکیں۔ (از روہیلکھنڈ گزٹ بریلی ۸ جولائی ۱۹۰۲ء)

ارکان

(۱) زبان
- صرف
- نحو
- بلاغت
  - معانی
  - بدیع
  - بیان

(۲) موضوع
- نقلی
- عقلی

(۳) طرزِ بیان
- عالمانہ
  - واعظانہ — خطیبانہ، محدثانہ، مفسرانہ، مدبرانہ، قوالانہ، مجاہدانہ، خوشامدانہ ـ
  - حکیمانہ — فلسفیانہ، مصلحانہ
  - صوفیانہ — محققانہ، آزادانہ، شاعرانہ، الہامانہ
- عامیانہ — ظریفانہ، نقالانہ، قوالانہ، بیکرانہ، شاعرانہ، رندانہ
- شریرانہ — مفسدانہ، باغیانہ، معترضانہ

(۴) طریقِ ادا
- زبانی
- نوٹ بحکم
- بحکم حفظ
- مکمل حفظ
- تحریری

اجزا

۱۔ خطاب
۲۔ تمہید
۳۔ تقریب
۴۔ مدعا
۵۔ دلائل
۶۔ استدعا
۷۔ خاتمہ

اقسام

مذہبی

۱۔ ترغیبی
۲۔ تبلیغی
۳۔ تائیدی
۴۔ تردیدی
۵۔ تاریخی
۶۔ مناظرہ
۷۔ مدافعہ
۸۔ علمی

غیر مذہبی

۱۔ سیاسی
۲۔ قومی ملکی
۳۔ اخلاقی
۴۔ تاریخی
۵۔ جغرافیائی
۶۔ سیاحتی
۷۔ مجلسی
۸۔ انتظامی
۹۔ ڈسپٹ
۱۰۔ تعلیمی

نوٹ:- اسمیں بہت سے لفظ چونکہ جدید اصطلاح [illegible] کے مفرد معنی آگے چلکر حل ہوجائینگے۔

تقریر

ارکان تقریر ۔ ارکانِ تقریر سے وُہ چیزیں مراد ہیں کہ تقریر کا وجود ان کے بغیر قائم نہ ہو۔ یعنی جہاں تقریر پائی جائے وہاں یہ بھی پائی جائیں۔ وُہ صرف چار ہیں :۔

(۱) زبان ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مادری ہو یا غیر

(۲) مضمون ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ نقلی ہو یا عقلی

(۳) طرزِ بیان ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ عالمانہ ہو یا عامیانہ وغیرہ

(۴) طریق ادا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ زبانی ہو یا نوٹ وغیرہ دیکھ

کیونکہ جب کوئی تقریر کرے گا ضرور کسی زبان میں کرے گا۔

جب کوئی تقریر کرے گا کسی نہ کسی مضمون پر ضرور ہو گی۔

جب کوئی تقریر کرے گا ضرور کوئی نہ کوئی اندازِ بیان ہوگا۔

جب کوئی تقریر کرے گا زبانی کریگا یا نوٹ وغیرہ دیکھ

نوٹ :۔ (۱) مضمون کو موضوعِ تقریر، عنوانِ تقریر اور سبجیکٹ بھی کہتے ہیں۔ طرزِ بیان کو اندازِ بیان، لب و لہجہ، طرزِ ادا، روش، پیرایہ اسلوب وغیرہ بھی کہتے ہیں۔ لہذا ان چاروں بغیر کوئی تقریر قول سے فعل میں نہیں آسکتی اور یہ اُس کے عناصر ہیں۔

(ب) طرزِ ادا کو رواجِ زمانہ اور عادت مقررین نے داخل ارکان کر دیا ہے

(ج) تقریر سے مراد معمولی گفتگو نہیں بلکہ فقط وعظ و لکچر اور اِسی قسم کی تقریریں ہیں اور ارکان تقریر میں وُہ رُکن بھی ہیں جو داخل حقیقت ہیں اور وہ بھی جو خاصہ وغیرہ ہیں "

ورنہ تقریر کا تو ایک ہی طریق ادا ہے کہ جو بیان کرنا چاہا مجمع کے رُو برو زبانی بیان کر دیا۔ تقریر کے اجزا جملوں اور جملوں کے اجزا کلموں اور کلموں کے ارکان حرفوں کو بیان کرنا میرے موضوع کتاب سے متعلق نہیں۔ تاہم کچھ بیان کیا گیا۔ اب یہاں سے ارکان تقریر کی جدا جدا تفصیل لکھی جاتی ہے ؂

۱۔ زبان

اہلِ زبان کو معمولی شدھ بدھ کی لیاقت اساتذہ کے کلام کا مطالعہ یا اہلِ زبان کا تتبع زبان کی شائستگی اور روزمرہ کی درستی کو کافی ہے اور جس کا کلام زیادہ زیر مطالعہ رہے بقدر مصروفیت اُس کا رنگ زبان قلم اور قلم زبان میں آجاتا ہے۔ مگر کلام کے ہر پہلو پر نظر ہر حسن و قبح کی خبر فراز و نشیب کی آگاہی متروکات و معمولات کی اطلاع، حقیقت و مجاز کا لحاظ ایجاز و اطناب کا پاس مفصلہ ذیل علوم کے بغیر نہیں آتا۔ ضروری علوم یہ ہیں:-

صرف ، نحو ، بلاغت (معانی، بدیع، بیان)
وعظ و لکچر میں نظم سے زیادہ سروکار نہیں ورنہ عروض و قافیہ بھی
ضروری ہے۔

علم صرف ۔ علم صرف[1] وہ علم ہے جس سے ایک کلمہ کا دوسرے
کلمہ سے بنانا، گردانا اور تبدیل و تعلیل معلوم ہو جائے۔ اس کا موضوع کلمہ
یعنی لفظ مفرد با معنی ہے۔ غرض اس علم سے یہ ہے کہ متکلم لفظ صحیح بولے۔
ظاہر ہے کہ جب مقرر الفاظ صحیح نہ بول سکے گا تو جملے بھی غلطی الفاظ کے
سبب عیب دار رہیں گے۔ اور جب جملے غلط الفاظ ملے ہوئے مسلسل
تقریر بنیں گے تو تقریر بھی اغلاط کے سبب عیب دار رہے گی اور سامعین
کی نظر میں مقرر کی بے وقعتی کا باعث ہوگی۔ اور یہ بے وقعتی سامعین کی
کم توجہی کا موجب اور کم توجہی تقریر کی بے اثری کا سبب ہوگی۔ یعنی

---

[1] کتب صرف فارسی میں مفتاح القواعد، جامع القواعد وغیرہ عمدہ کتب ہیں
قواعد اردو کی ہم لوگوں کو کوئی ضرورت نہیں ہے لیکن بعض قاعدے جیسے واحد جمع کے استعمال کے قاعدے
یا فارسی الفاظ کے استعمال جیسے حاصل مصدر وغیرہ یا عربی اسماء کی جمع کے تلفظ مصدر کے تلفظ
اور اسم فاعل اور اسم مفعول وغیرہ کے تلفظ کی صحت و فرق وغیرہ قواعد اردو میں یہ سب لکھا ہے
بلاغت میں اردو میں معیار البلاغت، تذکرۃ البلاغت، حدائق البلاغت اردو وغیرہ عمدہ کتب ہیں۔

اصلی غرض تقریر فوت ہو جائیگی۔ انسانی فطرت کا یہ قاعدہ ہے کہ وہ غیر ضروری باتوں کی
داد کو اتنے جلد ہی مستعد نہیں ہوتی جتنے جلد ایک جرم کی پاداش میں ہو راضی پر
آمادہ ہو جاتی ہے۔ اس لئے طالب عزت مسندی تاثیر کو صرف ضروریہ دیتی
چاہیئے۔ الفاظ کے درست استعمال کے لئے جس قدر فارسی و عربی کی
صرف کی ضرورت ہے اس قدر قواعد اردو میں شامل ہے۔ کیا عجب ہے
کہ رفتار زمانہ زیادہ نہیں اب سے پچیس تیس برس بعد ہی کسی قدر قواعد
انگریزی (گرامر) بھی داخل قواعد اردو کر لینے پر مجبور کر دے کیونکہ اپنے
عیب سے اندھا رہنا غلطی کو نہ سمجھنا انسان کا طبعی خاصہ ہے۔ اس
لئے یہ کمی محسوس نہیں ہوتی ورنہ صرف نہ جاننے والے بہت سے الفاظ
فارسی و عربی غلط بولتے ہیں اور خود کو خبر نہیں ہوتی۔ اگر کوئی کہے تو پروا
نہیں کرتے[1] اس جگہ یہ سوال خود بخود پیدا ہو جاتا ہے کہ پھر:-
غلط العام فصیح کے کیا معنی ہیں اور صدہا الفاظ فارسی و عربی
اصل کے خلاف ادیبوں میں کیوں مستعمل اور مروج ہیں جیسے موسم بالکسر
کی جگہ موسم بالفتح اور منصب بالکسر صاد کی جگہ منصب بفتح صاد کا فر بکسر فا کے
عوض کا فر بفتح فا پھر ان غلطیوں میں جو پہلے نقل ہوئیں اور ان غلطیوں میں

---

[1] مثلاً ادبار بالکسر کو بالفتح۔ اخلاق بالفتح کو بالکسر کہنا جس قدر عوام میں رائج ہے
محتاج بیان نہیں اور ان کی مثل اور صدہا الفاظ۔

ہیں جو اسجگہ نقل ہوئیں کیا فرق ہے اس کا یہ جواب ہے کہ غلط العوام کے معنی سمجھنے میں غلطی ہوئی ورنہ یہ سوال نہ پیدا ہوتا۔ حقیقت میں غلط العام کے یہ معنی نہیں کہ عام لوگوں کا غلط بولنا بلکہ اہل علم میں اُس غلطی کا رائج ہوجانا عام طور سے یا اوسط درجہ کے ایک گروہ کثیر میں اُس غلطی کا عام ہوجانا۔ کیونکہ یہی لوگ زبان کے حاکم اور فرماں روا ہوتے ہیں جس طرح اوّل اُن کے تلفظ کی بنا پر لغت کی بنیاد صحت ہوتی ہے اور تمام اہلِ زبان کے تکلم کا دارو مدار ہوتا ہے۔ اسی شان کے چند ادیبوں یا بہت سے اوسط درجہ کے اہلِ علم کی تبدیلی اور تصرف بھی لغت کا حکم رکھتی ہے۔ ورنہ اصل میں تو لغت سے تجاوز کرنے میں حضرت ذوقؔ کا نون اور ایک عام شخص کا نون کتنا حد تجاوز میں حکم مساوات رکھتا ہے مگر ایک تنہا یا مجمع فرمانروائے ملک سخن ہے جس کے آگے تمام ملک سرِ ادب جھکاتا ہے اور دوسرا عوام کالانعام میں کا گمنام فرد جس کو طفل ابجد خواں بھی خیال میں نہیں لاتا بالکل درست ہے۔ ؎

این سعادت بزورِ بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اسی یقین نے کہلوایا اور نہ فقط کہلوایا بلکہ ملک بھر کی خموشی سے تسلیم کا محضر لکھوایا۔

اُردو ہے جسکا نام ہمیں جانتے ہیں داغؔ ہندوستاں میں دھوم ہماری زباں کی ہے

دعویٰ زباں کا لکھنؤ والوں کے سامنے دعویٰ بوئے مشک غزالوں کے سامنے

صرف و نحو کے ناواقف عربی فارسی الفاظ کے سوا ٹھیٹ ہندی الفاظ اور تراکیب بھی جو خود استعمال کرتے ہیں اس کی وجوہ نہیں سمجھتے۔ مثلاً۔ لوگوں نے پڑھا۔ لوگ لائے۔ میں اس کا سبب کس کس کو معلوم ہے کہ دونوں میں فاعل جمع مراد ہے مگر ایک جگہ جمع اور ایک جگہ واحد بمعنی جمع کیوں آیا۔ اوّل فقرہ میں فاعل جمع ہے تو فعل واحد کیوں آیا اور دوسری جگہ فعل جمع ہے تو فاعل واحد کیوں آیا۔ دونوں جگہ فعل و فاعل میں وحدت و جمعیت میں اتفاق کیوں نہیں لوگ لائے صحیح ہے تو لوگوں جمع کی کیا ضرورت ہوئی اور لوگوں صحیح تھا تو لوگ واحد کیوں آیا کیونکہ مراد دونوں جگہ جمع ہے نہ کہ واحد پھر واحد بمنزلہ جمع بھی درست ہے تو میں آپ لوگ سے کہتا ہوں اور آپ لوگ کہتے ہیں میں ایک غلط ایک صحیح کیوں ہو۔ وغیرہ وغیرہ۔

علم نحو۔ علم نحو اُس علم کا نام ہے جس سے ترکیب کلمات کی کیفیت معلوم ہو موضوع اُس کا کلام ہے غرض یہ ہے کہ ترکیب کلمات میں خطا واقع نہ ہو۔ نحو نہ جاننے والے بھی اس کے متعلق غلطیاں کرتے ہیں اور جو ملکہ زباں دانی کے سبب غلطی نہ کریں وہ اوروں کی غلطی سمجھنے سے عاجز اور اپنی صحت کلام کی وجوہات جاننے سے تو محض قاصر رہتے ہیں۔

علم بلاغت یا فن بلاغت - اُس علم کا نام ہے جس کے قواعد ملحوظ رکھنے سے مقتضائے حال کے مطابق کلام کرنے میں خطا واقع نہ ہو۔ موضوع اس کا الفاظ و معنی ہے غرض یہ ہے کہ بے موقع کلام صادر نہ ہو۔ بلاغت تین علوم کے مجموعہ کا نام ہے۔ معانی، بیان، بدیع۔

فصاحت - بلاغت سے کوئی مستقل الگ خوبی یا ایسا مقابل وصف نہیں ہے بلکہ بلاغت کا ایک جزو ہے۔ کلام میں فصاحت کے ساتھ موقع کی مطابقت بھی ہو تب وہ کلام بلیغ کہلاتا ہے یہ خیال غلط ہے کہ آسان فقرات فصیح اور مشکل کلمات سے مرکب پیچیدہ فقرات بلیغ ہوتے ہیں۔ البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ ایک کلام باعتبار الفاظ و ترکیب کے فصیح ہو مگر بے موقع و بے محل ہونے کے سبب بلیغ نہ ہو مگر یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ کلام بلیغ فصاحت سے خالی ہو اس لئے کہ فصاحت بلاغت کی ایک شرط ہے جہاں بلاغت ہو گی فصاحت ضرور ہو گی ؛

علم معانی - علم معانی اس علم کو کہتے ہیں جس کے قاعدے مستحضر رکھنے سے کلمہ اور کلام کا باموقع استعمال آجاتا ہے۔ اس علم میں یہ بتایا جاتا ہے کہ جملہ خبریہ کتنے فوائد کیلئے برتا جاتا ہے اور جملہ انشائیہ کتنے فوائد کے لئے۔ مبتدا کہاں مذکور ہوتی ہے اور کہاں محذوف اور اس کی کیا کیا غرضیں ہوتی ہیں۔ خبر کہاں مذکور ہوتی ہے اور کہاں محذوف اور

اس کے کیا فوائد ہیں۔ اسم اشارہ کتنے معنی میں آتا ہے۔ جملہ کا کونسا حصہ کب مقدم ہوتا ہے اور کب مؤخر اور اس کے کیا کیا فائدے ہیں وغیرہ وغیرہ

علم بیان ۔ علم بیان اُس علم کا نام ہے کہ جس کے قواعد مستحضر رکھنے سے ایک مضمون کئی طریقے سے بیان کرنا آجائے اس طرح کہ ایک طریق سے معنی جلد تر سمجھ میں آئیں اور دوسرے طریق سے بیان کریں تو ذرا دیر میں سمجھ میں آئیں اور تیسرے طریق سے بیان کریں تو بہت غور کے بعد سمجھ میں آئیں :۔

مثلاً اوّل یوں کہیں ——— زید فیاض ہے۔

دوسری طرح اسکو یوں کہیں ۔ زید مہمان دوست ہے۔

تیسری طرح اسکو یوں کہیں۔ زید کے ہاں کھانا بہت پکتا ہے۔

چوتھی طرح اسی کو یوں کہیں ۔ زید کے ہاں بہت لکڑیاں جلتی ہیں۔

پانچویں طرح اسی کو یوں کہیں ۔ زید کے باورچیخانے سے روز منوں راکھ نکلتی ہے۔

پہلی صورت میں بلا غور فیاضی معلوم ہوتی ہے مگر چونکہ دلالت لغوی سے کام لیا ہے اس فقرہ کا تعلق علم بیان سے نہیں دوسرے سے پانچویں تک چار فقروں میں طریق بیان علم بیان سے متعلق ہے کیونکہ دلالت التزامی سے کام لیا ہے۔ مہمان دوست ہونے کو فیاضی لازم ہے۔ کھانا زیادہ پکنے کو مہمان دوستی اور اس کو فیاضی لازم ہے۔ لکڑیاں بہت جلنے کو کھانا

زیادہ پکنا اُس کو مہمان دوستی اُس کو فیاضی لازم ہے۔ راکھ زیادہ نکلنے کو زیادہ لکڑیاں جلانا اس کو زیادہ کھانا پکنا اس کو مہمان دوست ہونا اور اس کو فیاضی لازم ہے۔ دوم میں آسانی سے سوم میں ذرا غور سے چوتھے میں ذرا زیادہ غور سے مطلب معلوم ہوتا ہے۔ مگر مطلب ایک ہے کہ زید فیاض ہے۔ بیان کے طریقے مختلف ہیں۔ اسی طرح ایک مطلب کو مترادف الفاظ میں بیان کرنا علم بیان کی غرض نہیں مثلاً جیسے ۱۔ زید عاقل ہے (۲) زید دانشمند ہے (۳) زید عقلمند ہے (۴) زید دانا ہے (۵) زید سمجھ دار ہے (۶) زید فہمیدہ ہے۔ اگرچہ اس جگہ ایک مطلب چھ طرح بیان ہُوا ہے مگر چونکہ ہر جگہ دلالتِ مطابقی سے کام لیا ہے اور معنی میں ایک ہی درجہ کی وضاحت ہے اس لئے علم بیان کے طریق بیان میں داخل نہیں۔ اسی کو اگر اس طرح کہتے (۱) زید روشن دماغ ہے (۲) زید عقل کا پتلا ہے۔ (۳) زید لقمان ہے (۴) زید ارسطو کا اُستاد ہے وغیرہ وغیرہ اس قسم کا طرزِ بیان اور طریقِ ادا علم بیان سے متعلق ہے۔ کیونکہ ہر جگہ دلالت عقلیہ سے کام لیا ہے۔ علم بیان میں استعارہ، مجاز اور کنایہ کا بیان کیا جاتا ہے مگر استعارہ کی بنیاد تشبیہ پر ہونے کے سبب تشبیہ کا بیان سب سے پہلے کرنے سے علم بیان میں چار چیزوں کا بیان کرنا لازم ٹھیر گیا ہے۔

علم بدیع ۔ علم بدیع اُس علم کا نام ہے جس کے جاننے سے

اُن تمام لفظی اور معنوی خوبیوں سے واقفیت ہوجائے جو آرائش کے طور پر کلام میں آتی ہیں جیسے صنعت تضاد۔ تجنیس۔ لف ونشر۔ ایہام۔ توریہ وغیرہ ۔۔

کلام کے دقائق اور تقریر کے غوامض بخوبی جاننے کیلئے علم بلاغت کی بہت ضرورت ہے۔ خدائے تعالےٰ نے جنکو مذاق صحیح، ملکۂ راسخہ اور فہم سلیم دیا ہے اور ساتھ ہی اساتذہ کے کلام کی زیادہ مزاولت ہے جو کچھ لکھتے ہیں بیشتر قواعد بلاغت کے موافق ہوتا ہے اور جو کچھ سنتے ہیں اس کی اصلی خوبی سے لذت یاب ہوتے اور لطف اٹھاتے ہیں مگر تفصیلاً نہ بیان کر سکتے نہ جان سکتے نہ صحت وسقم کی موشگافی کر سکتے ہیں۔ آیا تو آسمان سے مضمون اُتر آیا نہ آیا تو قسمت ۔

۲۔ موضوع

عنوان تقریر یا موضوع تقریر یا سبجیکٹ بیحد وحصر ہو سکتے ہیں۔ ان کا شمار محال ہے لیکن اصولی طور سے جتنی اقسام تقریر ہو سکتی ہیں اُن کے تحت میں پھر بہت سے عنوانوں کے ذیل میں تمام موضوع تقریر آسکتے ہیں بعض تفصیلاً اور بعض اجمالاً بقدر گنجائش کتاب ذیل میں درج ہیں :۔

مذہبی

ترغیب و ترہیب	تبلیغ مذہب	وجود باری کا ثبوت
صفات باری کا بیان	صانع کی عظمت مصنوعات سے	انعامات الٰہی
ہر چیز میں اُسکی صنعت	ثبوت نبوت	ثبوت معجزات
عصمت انبیا	عصمت و حفاظت خلفاء و ائمہ	الہامی کتاب کی شناخت
قرآن شریف کے منزل من اللہ ہونے کا ثبوت	الہام کی ضرورت	مذہب کی ضرورت
سچے مذہب کا معیار	قرآنی پیشین گوئیاں	قرآنی اخلاق
قرآنی حفظان صحت	قرآنی تقویم	قرآنی ترغیب فضیلت علم
قرآنی حسن تمدن	قرآنی بے تعصبی	قرآنی احسان عام
قرآن شریف کا اور مذاہب کو قائم رکھنا	قرآنی [illegible] صلح	قرآنی دعویٰ الہام
قرآنی طریق تبلیغ اسلام	قرآنی رحم و انصاف	قرآنی جہاد
قرآنی سلوک اور اقوام سے	قرآنی آزادی مذہب	قرآنی تہذیب
دنیا کو قرآن کی ضرورت	قرآنی خالص توحید	قرآنی اعجاز
قرآنی لطائف	قرآنی بے نظیری	جواب قرآن سے ادیبوں کا عجز
فضائل اسلام	اسلام کا فطری ہونا	اسلام کا تلوار سے نہ پھیلنا
قرآن کے منطقی دلائل	قرآنی فلسفہ	اسلام کا اخلاق
سرور عالم کا افضل البشر ہونا	سرور عالم کے اخلاق	سرور عالم کی سادہ بسر اوقات

اسلام کا غلامی کم کرنا	طلاق کی ضرورت	تعداد ازواج
توریت انجیل سے قرآن کی فوقیت	اہل یورپ کے اقوال سے اسلام کی تائید	قرآنی احکام دیوانی و فوجداری
قرآن کی حفاظت حفاظ سے	قرآن کیساتھ حفظ کی ضرورت	بیان کیلئے مبین کی ضرورت

اصول بابیت کا ابطال مثلاً وحی کا جاری رہنا۔ تمام مذاہب بلا استثنا برحق ہونا۔ تمام پیشواؤں کو خواہ حق ہوں یا باطل قبول کرنا۔ تمام مذاہب کے آخری داعی الی اللہ سے باوجود اختلاف نام و ملک شخص واحد مراد ہوتا اور وہ شخص مرزا علی محمد باب ہونا۔ معجزہ دلیل نبوت نہ ہونا کسی مذہب کی اشاعت فقط دلیل حقانیت ہونا۔ کفی باللہ شہیدا بینی و بینکم کے یہ معنی ہونا کہ اللہ نے کسی مذہب کو شائع ہونے دیا ہے اس کی گواہی ہے۔ قرآن کریم کی فہمید فقط بابیوں میں محصور ہونا۔

تقلید و عدم تقلید شخصی	علم غیب	سماع موتی
حلت و حرمت سماع	بدعت	تصور شیخ وغیرہ
ہمہ اوست	طریق فاتحہ	میلاد شریف
قیام میلاد شریف	اعراس	مراسم وغیرہ

تناسخ	قِدمِ مادہ روح	نیوگ
بت پرستی	امامت وخلافت	فدک
قرطاس	تحریف کا جواب	فقہ فریقین
اعتبار حدیث فریقین	عدلِ صحابہ	محدثین و رواۃ کی جرح و تعدیل
فضائل حضرت صلعم	فضائل اہلِ بیت	فضائل خلفائے راشدین
مناقب و مطاعن	فضائل صحابہ کرام	مقابلہ انبیا
مقابلہ اہلِ بیت انبیا	مقابلہ صحابہ و حواریین	مقابلہ صحابہ آنحضرت با صحاب دیگر انبیا
حدیث موالات	حدیث ولایت	آیۂ استخلاف
حالات امیر معاویہ	مسئلہ تحکیم	واقعات کربلا
مجلس عزا	تعزیہ حالات ائمہ	اہل بیت ، وفات مسیح
اہلِ بیت پر بنی امیہ کا تبرا	خطاء اجتہادی	فاضل مفضول خلافت
خلافت کے جائز طریقے	حدیث ائمہ اثنا عشر	فضائل حضرت علی
واقعہ کربلا کی فلاسفی	فضائل ائمہ اثنا عشر	حضرت مہدی
فضائل ائمہ حدیث	آیہ عند اللہ اکرمکم اتقٰکم	فضائل ائمہ تفسیر
خلافت نصی	خلافت اجماعی	بہتر فرقوں میں ناجی و ناری کی بحث
فضائل ائمہ تصوف	ذکر منافقین صحابہ	
ذکر مخلصین صحابہ	اصحاب صفہ	ذکر آلِ عبا

جنت دوزخ کی فلاسفی	برزخ	قیامت
ملائکہ، جن، شیطان	تقدیر و توکل	جبر و اختیار
تدبیر و تقدیر	دیدار الٰہی	حقیقت روح
موت و برزخ	دنیا کے مشہور مذاہب	رسم پردہ، تعلیم نسواں
نماز کی فلاسفی	روزہ کی فلاسفی	حج کی فلاسفی
زکوٰۃ کی فلاسفی	قرآنی تعلیم	قرآنی تعلیم سے اور دنیا کو فائدہ
قرآنی احکام اور دنیا کا اختیار کرنا	اثبات امامت	قرآنی احکام اور دیگر مذاہب کے احکام

غیر مذہبی

غیر مذہبی تقریروں کیلئے مذہبی سے کہیں زیادہ عنوان قائم ہو سکتے ہیں

تھوڑے سے عنوان ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:۔

انگریزی عملداری کی برکتیں	رفاہ عام کے کام
انگریزی سلطنت کا امن	انگریزی عملداری کی عجیب خصوصیات
انگریزی عملداری کا حسن انتظام	محصول اشیا، نرخ اشیا
پنشن یا بان یورپ کا بار خزانۂ ہند پر	خرچہ جنگ خزانۂ ہند پر
بجٹ کی منظوری رعایا سے	قانون اسلحہ، والنٹیر
فرق اسلحہ نیٹو و یورپین فوج	مذہبی آزادی برٹش حکومت میں
انڈیا کونسل کی ممبری	ہندیوں کو بڑے عہدے

طریق انتخاب
امتحان سول سروس ہند میں
میونسپلٹیوں میں ممبروں کا اضافہ
درآمد برآمد پر محصول
ٹھیکہ افیون وغیرہ سے فروشی
یورپین توپ خانہ
عہدناموں کی تعمیل
وعدوں کا ایفا، پلیگ کا ٹیکہ
سودیشی میں بے اعتدالی کا نقصان
بائیکاٹ کی بیہودگی
کانگریس کی بے اعتدالی
یورپین کو کمی سزا، ترقی تعلیم
مسلم لیگ، ٹیے اسکول کی ضرورت
کثرت تعداد کتب نصاب
بورڈنگ کا انتظام
بورڈنگ کی ضروریات بہم پہنچانا
جمناسٹک و جمناشیم

بیرسٹری امتحان ہند میں
لیجسلیٹو کونسل کے نامزد ممبر ہندی
یوریشینوں کیلئے ملازمتیں رزرو
دیسی صنعت وحرفت کو ترقی
ٹیکہ چیچک پلیگ، حفظان صحت
معاہدوں کی بحث
سلطنتوں کا باہم فرق انصاف و انتظام
سوراج کی بیہودگی
پلیگ کا انتظام، بغاوت کا نقصان
اسٹرائک کی بحث
کانگریس کی موافقت و مخالفت
محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس
اصلاح نصاب تعلیم
ضرورت تعلیم اخلاقی
بورڈنگ کی ضرورت
ٹرینڈ اور ان ٹرینڈ مدرس
کنڈرگارٹن سسٹم

مطالعۂ کتب ، خطاطی
آؤٹ ڈور گیمز ، کھیلوں کی ضرورت
ڈبیٹنگ کلب ، لٹریری کلب
کتاب کا کیڑا بن جانا ، مذہبی تعلیم
جبری تعلیم ، تعلیم نسواں
اصلاح رسوم ، بیوہ کا نکاح
ترک مسکرات ، رسوم کی بیہودگیاں
صنعت و حرفت کی ترقی
کشتی اور ورزش ، گھوڑ دوڑ
محتاجوں کی امداد
سخاوت ، شجاعت
حواس خمسہ ظاہری
تشریح انسانی
نیک چلنی و پارسائی ، قیافہ
آزادی و پابندی ، کامیابی کا راز
عاجزی و فروتنی ، غرور کا عیب
خودداری کا اندازہ ، گویائی و خاموشی

ورزش جسمانی ، ان ڈور گیمس
کھیلوں کا باہمی فرق ، کلب
لائبریری ، کتاب کی تعریف
جسمانی دماغی اخلاقی قوا کی بالتناسب ترقی
نائٹ اسکول ، ہر قسم کی سواری
شادی غمی کی بیہودگیاں
خیرات کا صحیح مصرف
ہاتھ سے کام کرنا ، پیشہ کی شرافت
تیرنا ، تجارت کی خوبیاں
ضعیفوں کی امداد و رحم
انسانی فضائل کی اصولی تین قوتیں
حواس خمسہ باطنی ، عناصر
افعال الاعضا کے نکات
کاسہ سر کا بیان ، ضروریات ستہ
بڑوں کا ادب ، مذہب کی عزت
ابتذال کی برائی
کفایت شعاری ، اصراف کی برائی

بخل کی برائی، فضول خرچی کی برائی

عام احسان و عام انصاف

اصول قانون، مقولات قانونی

مدعی و مستغیث کے وکیل کے فرائض

قانونی اسپیچ کے طریقے، جرح کے قواعد

عرضی دعویٰ جواب دعویٰ کی خوبیاں

قانون شہادت کے اصول

قانون میعاد کے اصول

دیگر قوانین کے اصول، تمثیلات و نظائر

مختلف قوانین کا مقابلہ

انگریزی حسن انتظام عدالت

میدان جنگ، سیر و سیاحت

دو ملکوں کا مقابلہ، عجائبات عالم

خاص مقام کا جغرافیائی بیان

موتی مسجد آگرہ، شاہجہانی مسجد اجمیر

مسجد ناخدا کلکتہ، مسجد جامع بمبئی

درگاہ خواجہ صاحب، دیگر مزارات متبرکہ

حکام کی اطاعت، عام احسان و انصاف

بدچلنی کے نقصان، راست بازی

وکلا کے فرائض، وکلا کو نصائح

مدعا علیہ و مستغاث علیہ کے وکیل کے فرائض

جھوٹے گواہ کی شناخت

تنقیحات کی بحث، گواہی کسقدر دینی چاہیے

قانون معاہدہ کے اصول

میڈیکل جورس پروڈنٹس کے اصول

قانون کی ضرورت، مستثنیات عامہ

انگریزی طرز انصاف کی خوبیاں

ریل، ڈاک، تار، پولیس وغیرہ

جنگ کے نفعے نقصان

ہفت عجائبات عالم، تاریخی تذکرے

جامع مسجد دہلی وغیرہ، جہانگیری مسجد لاہور

مسجد امام باڑہ حسین آباد لکھنؤ

تاج گنج اعتماد الدولہ دیگر شاہی عمارات

بغداد شریف، کربلائے معلا، بیت المقدس

مدینہ منورہ، مکہ معظمہ، کعبہ شریف
قرنطینہ کامران، بمبئی سے روانگی جدہ دیوزب
عدن کا دریائی بازار، اہرام مصری
مکان پارلیمنٹ، قلعہ ونڈسر
کلکتہ کا عجائب خانہ، مدراس کا عجائب خانہ
کلکتہ کا بوٹانیکل گارڈن
عجائب خانہ کلکتہ میں سانپوں کا درجہ
ساحل مدراس، اپالو بندر بمبئی
گھوڑ دوڑ کلکتہ و پونا و بمبئی
جشن جوبلی، جشن تاجپوشی
امیر کابل کی آمد ہند، آمد علیگڈھ
اجمیر شریف کے عرس، غدر ۵۷ء
پلیگ کی شورش، محرم کی شورش
ہندو مسلمانوں کے ہنگامے
کانفرنس مذاہب جاپان
کانفرنس مذاہب الہ آباد
مذہبی اور قومی انجمنیں، علیگڈھ کالج

حج کا سماں، جہاز کا سفر، جدہ کا ہجوم
ساحل سمندر، دریا کی سیر
ایفل ٹاور (فرانس) فورتہ برج (اسکاٹلینڈ)
دنیا کے عجائب خانے
لکھنؤ کا عجائب خانہ، جے پور کا عجائب خانہ
سہارنپور کا بوٹانیکل گارڈن
بینڈ اسٹینڈ بمبئی، ساحل بمبئی
چوپاٹی بمبئی، ٹکسال کلکتہ و بمبئی
نمائش بمبئی، نمائش حیدر آباد
پرنس آف ویلز کی آمد بمبئی و علیگڈھ
بمبئی کی دیوالی، میرٹھ کی نوچندی
امرتسر کی بیساکھی، امرتسر کا دربار صاحب
بقرعید کی شورش، بمب کی برائیاں
کانفرنس مذاہب ملک امریکہ
کانفرنس مذاہب کلکتہ
جلسہ اعظم مذاہب لاہور
مسلم یونیورسٹی، جدید مذاہب

سر سید مرحوم، مرزا صاحب مرحوم، سر سالار جنگ مرحوم، راجہ رام موہن رائے
سوامی دیانند سرستی، مسز اینی بسنٹ، میاں یحییٰ عین اللہ، فاتح کتاب مبین محمد اکرام الدین
کرنل اسکاٹ صاحب، میڈم بلیوٹسکی، مولوی عبداللہ صاحب اہل قرآن
شادی کی کل تقاریب، کسی علم پر تقریر، غمی کی کل تقاریب، مہمانوں کا شکریہ
حکام کا شکریہ، کسی صنعت پر تقریر، علمی شعبوں پر تقریر، کسی خاص شے پر تقریر

مضامین مقابلہ:۔ تجرد و تاہل، رحم و انصاف، رنج و راحت، تدبیر و تقدیر، کاہلی و چستی، خاموشی و گویائی، توکل و کوشش، راست و دروغ، شجاعت و جبن، شجاعت و تہور، بخل و کفایت شعاری، فضول خرچی و بخل، ریا و بے حیائی، ظلم و انصاف، شجاعت و سخاوت، محبت و عدل، شریعت و تصوف، سخاوت و اسراف، نجومی و رمال، نجومی و شاعر

نوٹ:۔ (۱) میں نہایت عاجزی سے اقرار کرتا ہوں کہ صدہا ضروری عنوان مجھ سے رہ گئے ہوں گے مگر یہ کوئی مکمل فہرست مضامین نہیں ہے اور نہ ہو سکتی ہے۔ اس لئے ناظرین حرف گیری سے معاف فرمائیں۔

(ب) ان کے علاوہ آسمانی، درمیانی، زمینی اشیا، حادثات واقعات، استعمالی آسائشی اور رہائشی اشیا کی ساخت، جواز عدم جواز عقائد، اعمال، عبادات، اخلاق بندگا، خدا وغیرہ وغیرہ کے مختلف پہلوؤں پر بے تعداد تقریریں ہو سکتی ہیں۔ پھر ایجاد و اختراع کی بھتا مت تحقیق اور

اجتہاد کی افراط چھاپہ، تار، ڈاک کی سہولت و تبادلہ خیالات کی رغبت خدا جانے علمی ذخیرہ کی طرح مضامین کو بھی بے شمار کر دے گی ؂

۳- طرز بیان

ہر شخص اپنی علمی قابلیت اور مذاق کے موافق کوئی طرز اختیار کرتا ہے مثلاً ایک دینیات کا عالم واعظانہ رنگ سے تقریر کرتا ہے اور ایک فلسفہ کا عالم حکیمانہ ڈھنگ سے تقریر کرتا ہے۔ اور جس میں دونوں قابلیتیں ہوتی ہیں دو ان میں سے جس مذاق کا ہے اس کو مقدم رکھتا ہے۔ یا جیسا موقع ہو اس کے مطابق روش اختیار کرتا ہے مگر طرز بیان نہ فقط قابلیت اور مذاق ہی تک محدود ہے بلکہ یہاں طرز بیان میں مقرر کے تمام اوضاع و اطوار مجموعی طور سے مطلوب ہیں۔ اس وسیع معنی میں طرز بیان مقرر کے مزاج طبعی، اثر صحبت، درجہ علم، قسم علم، عمر، چلن، خاندان، سوسائٹی، قوم، خاندان، مذہب، منصب، تمول، افلاس، پیشہ طریق معاش، طرز معاشرت وغیرہ وغیرہ تمام خصوصیات اور مناسبات سے مل جل کر قائم ہوا کرتا ہے ؂

اس لب و لہجہ یا انداز بیان اور مقرر کی وضع وغیرہ وغیرہ کو تقریر کی وقعت و بے وقعتی تاثیر و بے تاثیری دلفریبی و دل گیری قبولیت و

انکار، پائدار اثری و ناپائداری، ہنسانے یا رولانے، کامیابی و ناکامی، مجمع کی توجہ جذب یا ہزب وغیرہ وغیرہ میں بڑا دخل ہے اور مقرر کی نسبت بڑی حد تک اسلوب و روش عامہ کے سبب اچھی یا بُری رائے قائم کی جاتی ہے۔ مشہور و مروج طرزیں حسب ذیل پیش نظر ہیں:-

عالمانہ[1]، عامیانہ[2]، شریرانہ[3]۔

۱۔ عالمانہ کی تین قسمیں ہیں واعظانہ، حکیمانہ، صوفیانہ

پھر واعظانہ کے اقسام حسب ذیل ہیں:-

فقیہانہ، محدثانہ، مفسرانہ، ملایانہ، قوالانہ، ابلہانہ، خوشامدانہ

حکیمانہ کی قسمیں:- فلسفیانہ، مصلحانہ

صوفیانہ کی قسمیں:- محققانہ، آزادانہ، شاعرانہ، ابلہانہ

۲۔ عامیانہ کی قسمیں:- ظریفانہ، نقالانہ، قوالانہ، ایکٹرانہ، شاعرانہ، شہدانہ

۳۔ شریرانہ کی قسمیں:- مفسدانہ، باغیانہ، مفتریانہ،

جس قدر طرزیں میں نے منضبط کی ہیں اس کے بعد بھی شبہ ہے کہ خدا جانے کوئی اور طرز ادا اور طرز بیان باقی نہ رہ گئی ہو۔ اور یہ سب وُہ اسلوب ہیں جو میرے پنجاہ سالہ عمر میں روزمرہ پیش نظر رہے ہیں۔ جن صاحبوں نے ممبروں پلیٹ فارموں، اسٹیجوں، ہائیکورٹ کے اجلاسوں انجمنوں کے چھوٹے بڑے جلسوں، کلبوں، لٹریری سوسائٹیوں کانفرنسوں

کانگریسیوں، اتفاقی لکچروں، ڈپوٹیشنوں، گذرگاہوں، سماجوں، گرجوں، میلوں
تقریبوں کو دیکھا اور ان کے اسپیکروں کو سنا ہوگا یہ سب بلکہ اس سے
کچھ زیادہ طرزیں ملاحظہ کی ہوں گی۔ یہاں سے ترتیب وار طرزوں کی خصوصیات
لکھی جاتی ہیں۔

۱۔ عالمانہ ۔ وہ جس میں بیان نقلی یا عقلی علوم کی بنا پر ہو وہ تین
قسم کا ہوتا ہے۔ اگر علوم نقلی قرآن حدیث تفسیر فقہ کی سندوں سے ہو تو
واعظانہ ہے۔ اگر علوم فلسفے، ریاضی طبعیات (فزکس)، کیمسٹری، ما
بعد الطبعیات یعنی الٰہیات (میٹافزکس) وغیرہ علوم عقلی کی بنا پر ہو
تو وہ بیان حکیمانہ کہلاتا ہے۔ اور اگر اصول تصوف پر ہو تو صوفیانہ ہے

واعظانہ کے اقسام حسب ذیل ہیں۔

فقیہانہ، محدثانہ، مفسرانہ، ملایانہ، قوالانہ، ابلہانہ، خوشامدانہ

فقیہانہ ۔ اس طرز بیان میں مسائل فقہ بیان کئے جاتے ہیں
عمدہ طور سے ائمہ فقہ کے اختلافات اور مستند مسائل اور ان کے وجوہات
پر بحث ہوتی ہے۔ یا صرف افادہ مسائل بیان کئے جاتے ہیں موقع
بموقع آیت و حدیث اصول فقہ کی روایت سے لاتے ہیں۔ سامعین
جس مسئلہ سے ناواقف ہوں یا غلطی سے کچھ کا کچھ کہتے ہوں اس کی
اطلاع اور اصلاح کی جاتی ہے۔ اگر دوسرا فرقہ اس کے خلاف عمل

کرتا ہے تو اس کی تغلیط اور تردید اور اپنی تائید و تحسین کے دلائل کتاب
سنت و اجماع قیاسی سے ثابت کیے جاتے۔ اس اثنا میں علمائے
قدیم تبرکاً اہل حدیث پر عموماً اور شیعوں پر گاہے گاہے بقدر مذاق اور معیار
اخلاق اور مقدار سوداویت و صفراویت مزاج صراحتاً و کنایتاً طعن و تشنیع
بھی کر گزرتے ہیں زیادہ جوش میں آگئے تو خلعت کفر پہنا دینا بھی
عادی و معمولی بات ہے ❊

محمد ثانشر۔ اس روش میں اول قدم کتاب و سنت کی تعریف اور
دوسرے قدم پر مقلدوں کی ہجو اہل الرائے کی توہین ائمہ فقہ کی تخفیف اس
کے چند مسائل دینی اور روایات و حکایات مناسب اور بس۔ اہل حدیث
بھی تکفیر و تفسیق اہل قبلہ میں فقہا کے شریک غالب اور درشت بیانی اور
بدزبانی میں اُن سے چند گام آگے ہیں۔ اس طرز میں خصوصیت کیساتھ
پھکڑپن اور کھرائی کا جزو اوروں سے زیادہ پایا جاتا ہے ❊

مفسرانہ۔ اس طرز میں جو کچھ بیان کیا جاتا ہے اس کے لئے
مقدم آیت شریفہ پڑھی جاتی ہے اس کے ضمن میں تفسیری روایات و
احادیث اقوال ائمہ تفسیر حل لغات صرفی اشتقاق نحوی تعلقات و
ترکیبات علم معانی کے دقائق علم بیان کے لطائف علم بدیع کی خوبیاں
ہو سکا تو استنباط مسائل فقہ اگر قابلیت کم ہوئی تو تفسیری روایات بیان

کرنے میں رطب ویابس قرین عقل وخلاف عقل کا امتیاز صحت وسقم کا لحاظ اصلویت میں ضعف وتدلیس ووضع کا خیال قصص میں معتبر و نامعتبر کی تمیز نہیں رہتی۔ نہ اس مجمع کی لیاقت کا اندازہ کرتے ہیں جس میں بیان ہو رہا ہے۔ مثلاً نصیر آباد کے گاؤں قصابوں میں ایک محدث عالم وعظ فرمانے بیٹھے تو جھٹ اجھٹ آیات کی نحوی ترکیب کرنی شروع کردے یا جدید خیالات کے حامیوں میں خلاف عقل بلکہ قطعاً محال کو ممکن بنائے اور جھوٹی بے بنیاد روایتیں بیان کر دے۔

اسی مفسرانہ طرز میں ایک نہایت معقول روش اس زمانے میں اور شروع ہوئی ہے کہ قرآنی آیات کی فلسفیانہ تفسیر کرنا معقول منقول کی تطبیق پر زور دینا غلط سائنس کا رد کرنا عقل سلیم کے تابع فرمان رہنا ضمناً معتبر احادیث منقح روایات مضبوط اقوال بیان کرنا۔ اس خاص روش میں مکرمی مولانا خواجہ غلام الحسنین صاحب پانی پتی مدظلہ نے بہت قبولیت اور بلند پایہ حاصل کیا ہے اللہ اور برکت دے۔ ان کے علاوہ اور گروہوں میں بھی ایسے سنجیدہ واعظ قرآنی پائے جاتے ہیں۔

جو وعظ ان تینوں طرزوں سے مرکب ہوتے ہیں اگر واعظ قابل ہے تو آیات، احادیث، اقوال ائمہ، مکاشفات صلحا، ملفوظات صوفیا، شعر، برجستہ لطائف ونکات واردات ذہنی سب کچھ ہوتے ہیں۔ اس روش

میں بیشتر ترغیب و ترہیب فضائل و مناقب موضوع وعظ ہوتے ہیں معتدل خوش الحانی اشعار مثنوی شریف اور مخالف فرقوں پر طعن طنز تکفیر و تفسیق بھی چٹخارے کیلئے آتی رہتی ہے کیونکہ اور کو برا کہے بغیر نہ حامی دین کا خطاب نہ قامع مبتدعین کا لقب نہ اہل محفل کا جی خوش ہوتا نہ وعظ کو زور دار کا ٹائیٹل ملتا ہے ؞

ملایانہ - اس طرز میں خشک مضامین قوی وضعیف صحیح و سقیم مدلس و موضوع حوالے آیات و احادیث کم حکایات و تمثیلات زیادہ بے ربط بیان بے محاورہ زبان پھٹی ہوئی آواز خفگی و غضب ناکی نمایاں کبھی نمائشی تبسم اوپری اوپری مسکراہٹ عیاں کج خلقی نمودار لعنت و پھٹکار کی بھرمار سمجھانا تو جھڑک جھڑک کر بولنا تو گھرک گھرک کر نہ اسرار ادع الی سبیل ربک سے آشنا نہ راز حکمت و موعظمت حسنہ سے آگاہ نہ ضمیر سامعین کو صدمہ پہنچنے کا ڈر نہ خلاف تہذیب سے خوف نہ درشتی کے ساتھ برا بھلا کہنے میں جھجک نہ تمام قوم یا تمام مجمع یا شخص واحد کو نام لے کر برا بھلا کہنے میں تامل نہ کسی شریف کی منڈی داڑھی یا بڑی مونچھوں یا چوڑی دار پاجامہ یا بوٹ پہننے یا کوٹ پتلون کے استعمال پر سخت سست کہنے میں دریغ - غرض خلق محمدی سے دور گلا پھاڑ پھاڑ کر چلانے میں مشتاق کبھی آپ ہی آپ سر ہلانا یعنی

بیان قابل وجد ہے کبھی رانوں پر ہاتھ مارنا کہ وعظ لائق داد ہے کبھی چہرہ سرخ آنکھیں لال یعنی صفت جلال بھڑک اٹھی ہے کبھی مصنوعی ہنسی اور بناوٹی تبسم یعنی صفت جمال جوش پر ہے اہل قبلہ کی تکفیر، ائمہ سلف کی تردید، صوفیائے کرام کی تذلیل علمائے مشہور کی تحمیق بیان موضوعات پر دلیر انکار بدیہات پر آمادہ بزرگوں کے ساتھ دہاں درازی نہ خدا خوش نہ بندے راضی ایک مضمون ناتمام چھوڑنا دوسرے کو جا پکڑنا دوسرے کو ادھورا چھوڑ کر تیسرے پر جا کودنا تیسرے کو ختم کئے بغیر چوتھے کو جا چمٹنا پھر ان تمام حصص تقریر میں باعتبار تقدم و تاخر نہ کوئی تناسب نہ ترتیب جہاں سے چاہا اور جس لفظ سے چاہا شروع کر دیا۔ اور جب فاتحہ کو ہاتھ اٹھا دیئے وعظ ختم ہو گیا۔ ہاں کبھی ان کے مجنونانہ جوش مجذوبانہ ولولہ موثر حکایات اور نعرے دار آواز سے سامعین متاثر بھی ہو جاتے ہیں اور کبھی نہیں مگر نہ ترتیب نہ تسلسل نہ تحقیق نہ تنقید نہ عقلی مضبوط دلائل نہ نقلی معتبر حوالے نہ فصاحت نہ بلاغت نہ شیرینی نہ نمکینی نہ دلچسپی نہ نرمی نہ تالیف قلوب نہ موقع شناسی نہ عالمانہ وقار نہ شریفانہ تہذیب نہ سنجیدہ وضع بلکہ خوردہ فروش بساطی یا مسلخ کے مُلّا کا سا حُلیہ گویا دہقانی نٹ کا ڈھول بجانا ہے جس میں شور زیادہ مگر تاثیر ہیچ اور قبولیت ندارد ہے۔ ان میں جو اور بھی کم علم و خفیف العقل

ہیں وہ اس کی بھی پروا نہیں کرتے کہ پسِ پردہ مستورات بھی ہیں اور خلاف حیا صاف صاف الفاظ ہیں جو کچھ چاہتے موقع بے موقع بیان کیے جاتے ہیں۔ میں نے انتہائی متبرک مقامات تک میں ایسے واعظ دیکھے ہیں:۔

قوالانہ۔ یہاں تک تو غنیمت تھا کہ ہر قسم کی تقریروں میں جا بجا صوفیانہ اشعار معتدل خوش الحانی سے یا کوئی دلکش نظم مناسب آواز سے آٹے میں نمک کی طرح سنا دی جائے یا کسی قومی نظم سے بترنم ابتدا ہو کیونکہ خوش آوازی سے کچھ خدا کو بھی نفرت نہیں۔ لیکن اب تو غضب یہ ہے کہ عالمانہ جبہ عمامہ صوفیانہ تسبیح و مصلّے عارفانہ شنگرفی لباس کی آڑ میں نمک کی طرح نہیں بلکہ نمک میں آٹے کی طرح ڈوموں کے خاص اصول موسیقی کے مطابق مشہور راگ راگنیوں بلکہ تانات کی طرزوں میں تمام وقت پیدا کرکے انسان کے فاسقانہ جذبات کی فاجرانہ دعوت کیجاتی ہے۔ یہ لوگ اپنی بے علمی مضمون کی کمزوری و بے ربطی دلائل کے ضعف کو گانے کی امداد سے دلفریب بنا کر کام نکالتے ہیں۔ آجکل کماؤ انجمنوں میں ایسے شرعی گویّوں کی بہت مانگ اور عوام پیران کا بڑا اثر ہے۔ اس قسم میں بھی کئی روشیں اور ہیں مگر خوف طوالت بیان سے مانع ہیں۔ میں نے اس مذاق والوں کو باجہ پر مشق کرتے تال سُر پر تیار ہوتے بچشم خود دیکھا ہے درحقیقت ایسا واعظ یا لکچرار

قومی مسخرا یا مجلس علما کا شرعی گویا ہے۔ ان صاحبوں نے مزاج زمانہ کو خوب پہچانا اور اس حکیمانہ مقولہ پر پورا عمل کیا ہے ؎

الخواجہ مکن تا بتوانی طلب علم | کاندر طلب از راتب یکروزه بمانی
رو مسخرگی پیشہ کن و مطربی آموز | تا داد خود از مہتر و کہتر بستانی

یہ عیب یہیں تک ختم نہیں ہوتا بلکہ آریوں کی طرح جلسہ میں ہارمونیم پر قومی نظمیں گائے جانے کی نوبت آچکی ہے خیر ان کے مذہب میں تو یہ امر جائز تھا مگر اسلامی شرع میں تو ناجائز ہے ؛

مذہبی انجمنوں اور ثقہ جلسوں میں اگر گانا بجانا داخل ہوا تو اب کی بار تیسری دفعہ موسیقی کی فتح اور مداخلت بیجا ہوگی ؛

(۱) پہلی دفعہ راگ صوفیوں کی معرفت مذہب میں داخل ہوا اور قوالی کہلایا (۲) دوسری دفعہ راگ مرثیہ خوانوں کے طفیل مذہب میں داخل ہوا اور سوز خوانی لقب پایا (۳) تیسری دفعہ راگ اسپیکروں کے توسط سے مذہب پر متصرف ہوا اور قومی بھجن کے لباس میں نیا رنگ لایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

سعدی زمانہ مکرمی محترمی حضرت شمس العلما مولانا حالی نے سچ فرمایا ہے ؎

پوچھا جو کل انجام ترقی بشر | یاروں سے کہا پیر مغاں نے ہنسکر
باقی نہ رہیگا کوئی انسان میں عیب | ہو جائینگے چھل چھلا کے سب عیب ہنر

ابلہانہ۔ یہ روش بعض وعظوں میں بھی پائی جاتی ہے اور بعض لکچروں میں بھی اور دیسی پادری تو اس کام میں بہت ہی مشاق ہیں۔ رہ گزروں عام منظروں کلبوں کتب خانوں میں ہمیشہ ایسے ہی وعظ فرمایا کرتے ہیں جن پہ نہ سننے والوں کو اعتبار نہ کہنے والے کو وجہ اطمینان۔ پرانے مولویوں کے بعض وعظ بھی اسی مد میں آنے کے قابل ہوتے ہیں یعنی وہ خفت عقل کے سبب یہ نہیں جانچ سکتے کہ کن لوگوں میں کیا کہنا چاہیئے اور کس طرز میں کہنا چاہیئے۔ اور قلت علم کے سبب یہ نہیں سمجھ سکتے کہ کون سی روایت معتبر ہے کونسی نامعتبر کونسی موافق عقل سلیم ہے اور کونسی بالبداہت ضعیف و سقیم۔ کس جگہ کس قسم کی تقریر کرنی چاہیئے اور کس فیشن کے کون سے مجمع میں واعظانہ طرز اختیار کی جائے اور کون سے جلسہ میں حکیمانہ روش۔ یہ لوگ تمام زمانہ کو اپنا ہم خیال جانتے اور اپنے مذاق کے سانچہ میں ڈھالنا چاہتے ہیں کچھ ہو کسی کتاب میں ہو اگر کسی بزرگ کے نام سے لکھا ہے تو بالکل بجا اور درست ہے اور اگر عربی میں بھی ہو تو کالوحی من السماء ہے۔

یہ حضرات ذرا ذرا سی نیکی پر ستر ستر ہزار حوریں ستر ستر ہزار شہیدوں صدیقوں نبیوں کا درجہ عطا فرماتے اور ایک ایک موتی کے ایسے وسیع الفضا مکان جس میں نظام شمسی ستر ہزار بار سما جائے دلواتے ہیں۔

کمالات اولیا میں محال عقلی کو ممکن عادی بنا دینا اور فضائل صحابہ کرام میں شاگردوں کو استاد سے بڑھا دینا کوئی بات ہی نہیں رسول اللہ صلعم کو خدا کہہ دینا تو روزمرہ کی معمولی بات ہے ورنہ عرب بے عین اور احمد بے میم وغیرہ کیا معنی۔ نہ انہیں تناقض کی پروا نہ معقولیت کی تمنا۔ میرے کانوں نے صدہا بار ایسے وعظ سنے ہیں ؛

خوشامدانہ۔ اس طرز میں کسی قوم سے فائدہ لینا ہو تو اس کا شجرہ نسب کسی برگزیدہ امام یا ولی سے ملا دیا جاتا ہے۔ امیروں کی ناجائز خواہشات شراب نوشی و سود خواری وغیرہ کیلئے آیت کو موڑ حدیث کو توڑ اصول فقہ کو موڑ کر جواز کے فتوے دینے اور بیش بہا صلے لئے جاتے ہیں۔ کتب فقہ میں دنیا طلب علما کے ایسے صدہا اقوال موجود ہیں۔ بنی امیہ اور بنی عباس کا عہد دین کی آڑ میں دنیا لوٹنے کا بڑا معرکتہ الآرا زمانہ گزرا ہے۔ اور اس قسم کی مولویانہ دغابازیوں کا نام شرعی حیلہ رکھا جاتا ہے ؛

حکیمانہ کے اقسام:۔ فلسفیانہ، مصلحانہ

فلسفیانہ۔ مقامی ضرورت کے سبب حکیمانہ کی دو قسمیں کرنی چاہئیں۔ ایک فلسفیانہ دوسری مصلحانہ۔ فلسفیانہ وہ طرز جس میں اسلامی عقائد عبادات معاملات دلائل فلسفیہ اور براہین منطقیہ سے

ثابت کئے جاتے ہیں۔ اس روش میں واعظانہ اسلوب کی جھلک تک نہیں ہوتی۔ ہاں اگر اپنے ہم عقائد سامعین ہوں تو بضرورت یہ کہنا بھی بیجا نہیں ہوتا کہ شرع اسلام میں بھی اس کے متعلق یہ یہ احکام ہیں۔ یا اوّل شرعی احکام بیان کر کے بعد میں عقلی دلائل یا ملا جلا کر جیسا موقع ہو بیان کر سکتے ہیں ؎

فلسفیانہ تقریر کے ہمارے ہاں دو قاعدے ہیں۔ اوّل یہ کہ ایک عالم لغات و اصطلاحات میں اس طرح تقریر کرتا ہے کہ اس کا ہم استعداد یا قریب الاستعداد شخص ہی سمجھ سکتا ہے۔ متوسط الاستعداد اشخاص اور کم علم حضرات بجز حیرت کے اور کسی شئے سے بہرہ ور نہیں ہو سکتے۔ اس سے مقرر کا مقصد جاہلوں پر رعب علم جمانا اور عالموں کو آموختہ سنانا ہوتا ہے اور بس ؎

دوسرے یہ کہ کسی مسئلہ کو فلسفیانہ طور پر مدلّل اور مطابق سائنس بیان کرنا شروع کرتے ہیں اور جہاں تک ہو سکے اصلاحات لغات اور پیچیدہ فقرات، عطف و اضافت سے بچ کر ہندی کی چندی کے ذریعے سے ہر اہل و نا اہل، ذہین و غبی، عالم و جاہل کو چشمہ علم و حکمت سے سیراب کرنے کی فکر میں غرق رہتے ہیں۔ اہل زمانہ عالم سمجھیں یا جاہل مگر اس قسم کے طرز بیان کا مشتاق ہونا بڑے قادر الکلام کا کام ہے جو نفس مسئلہ

گو کتابی عبارت سے بچا کر اپنے روزمرہ میں مفصل بیان کر سکے۔ کم
استعدادوں کو سمجھا دے اور منکروں کو منوا دے۔ اس قسم کے برگزیدہ
فاضل اب سے دور حضرت مولانا مولوی محمد قاسم صاحب رحمتہ اللہ علیہ
اور اب سے قریب نواب محسن الملک بہادر گزرے ہیں۔ اس کے
ثبوت میں ان بندگوں کی مذہبی تصانیف موجود ہیں۔

مصلحانہ۔ اس روش میں ناصحانہ ودردمندانہ خیر خواہانہ طور
سے دنیاوی بہتری کے تمام شعبوں پر واقعات، حالات، مشاہدات
تاریخ، قانون، سائنس، فلسفہ غرض تمام مسئلے علمی اور عقلی ذرائع سے
انتظامی و اصلاحی تقریریں کیجاتی ہیں۔ چونکہ دین و دنیا کا جسم و جان
کا سا ساتھ ہے اور فلسفیانہ و مصلحانہ صرف اصطلاحی فرق ہے۔
اس قسم میں اُس قسم کی اور اُس قسم میں اِس قسم کی تقریریں بھی داخل ہو جاتی
ہیں۔ مصلحانہ طرز میں غیر مسلم قوموں میں نرم و گرم دونوں قسم کے لکچرار
بنگالہ، پنجاب و مدراس نے بہت پیدا کئے۔ مگر مسلمانوں میں اصلاحی
تقریر کرنے والے اوّل اوّل سر سیّد مرحوم اور ان کے ہمراہیوں نے
بڑا کمال پیدا کیا۔ ان کی تقریروں کے اثرات قیامت تک اُن کی
جادو بیانی کے گواہ موجود رہیں گے۔

ان حکیمانہ طرز والوں میں پھر دو روش کی تقریریں پائی جاتی ہیں

اوّل۔ وہ جو سامنے آتے ہی زوردار مؤثر آواز میں تقریر شروع کر دیتے ہیں۔ اُن کی وضع ان کی شان ان کا لباس ان کا اعتبار ان کی شیرین بلند آواز ان کا پر تاثیر مسلسل بیان ان کی ترتیب مضامین سامعین کو ہمہ تن گوش اور دلوں میں جوش پیدا کر دیتی ہیں۔ یہ حضرات علمائے دین ہوں یا علمائے دُنیا جب ابر کی طرح گرجتا بجلی کی طرح چمکتا اور مینہ کی طرح برسنا شروع کر دیتے ہیں تو میدان لکچر اور کمرۂ وعظ میں استدلال اور دلکشی کا ساون بھادوں برس کر دلوں سے تمام اور خیالات چند منٹ میں دھو ڈالتا ہے اور مقرر اپنے جذبات کی رَو میں سب کو بہاتے ہوئے اپنے خیالات میں غرق کر دیتا ہے ؎

دوم۔ وہ جو سامعین کی ٹھیک مانی ہوئی بات مسلمہ خیالات کی بنا پر اپنی تقریر شروع کرتے ہیں یا نہایت خوبصورت تمہید یا ظریفانہ یا دردمندانہ ابتدا سے کلام کا افتتاح کرنے سے سامعین کو اپنی طرف متوجہ اور دلوں کو سماعت پر آمادہ کر لیتے اور رفتہ رفتہ پایہ بپایہ سامعین کو اپنا ہم خیال بناتے ہوئے بتدریج اپنے اصلی مطلب کے قریب آتے جاتے اور مخاطبین کو مرکز تقریر کے نزدیک لاتے جاتے ہیں آخر ایسے وقت میں مطلب ظاہر کرتے ہیں کہ جب اس کی قبولیت کو ساری محفل کے

قلوب تیار ہو جاتے ہیں یہ نہ شور مچاتے نہ کودتے نہ پھاندتے نہ بھاؤ بتاتے نہ ایکٹنگ کرتے بلکہ آہستہ آہستہ میٹھے سُروں میں بین بجا کر اپنے سامعین سے بیخودی کے عالم میں کام لے لیتے ہیں۔ میں بھی اسی روش پہ عامل اور اسی طرز کا شیدا ہوں بضرورت بعض موقع پہ پُرجوش طرز سے بھی کام لیتا ہوں مثلاً بنگالی یا غنی لکچراروں کی تردید کرتے وقت کسی منظرِ عام پر۔

صوفیانہ کے اقسام:۔ محققانہ، آزادانہ، شاعرانہ، البہانہ۔

محققانہ۔ اس روش میں ائمہ تفسیر ائمہ حدیث ائمہ فقہ کے اقوال کم بازملید اپنی تائید میں بیان کئے جاتے ہیں بلکہ ان کو علمائے ظاہر کہہ کر ناسمجھ اور قابلِ رحم نادان شمار کیا جاتا ہے مثلاً ؎

گر بہ استدلال کارِ دیں بدے — فخر رازی رازدارِ دیں بدے

اور ائمہ محققین مثلاً حضرت غوث اعظم حضرت امام غزالی حضرت شیخ شہاب الدین حضرت شیخ جنید حضرت شیخ محی الدین ابن عربی حضرت شبلی حضرت مولانا روم وغیرہ رحمتہ اللہ علیہم اجمعین کے اقوال وارشادات بیان ہوتے ہیں الحق کہ اسرار شریعت اور دقائق معرفت اعتراضات کو عاقلانہ طریق سے اٹھانا برزخ قیامت جنت دوزخ اور دیگر حالات معاد کو فلسفہ کے سانچہ میں ڈھالنا باریکیاں اور نکات اذہان میں جمانا

انہیں کا خاص حصّہ ہے۔ احکام شریعت میں اور موشگافی و معانی بھی انہیں سے مخصوص ہے۔ مہذب طرز بیان منکسرانہ وضع خندہ رو دیندارانہ سفید یا رنگین لباس شاعرانہ عاشقانہ فلسفیانہ ملا جلا اسلوب بیان دل نشین تمثیلیں برمحل اشعار دلچسپ نکتے دلکش لطیفے کبھی آہ آہ کرانا اور کبھی واہ واہ کہلوانا جا بجا پُرسوز لہجہ سے مثنوی شریف یا حدیقہ سنائی کے اشعار پھر اُن کی موزوں شرح مناسب حکایات موثر روایات پیرو مُرید کے تعلقات بندہ اور خدا کے تعلقات صبر و قناعت خلوت و ریاضت ہدایات خاص انہیں بزرگوں کا حصّہ ہے ؂

آزادانہ۔ اس قسم کے طرز بیان میں مسلّمات کے خلاف اپنی طرف سے بے بنیاد تاویلیں غلط تشریحیں طبعی تفسیریں بے سند روایتیں موضوع اور ادھوری حدیثیں سرے سے آخر تک استعمال کی کے تحقیق کی پیشانی پر تحریف کا داغ اور اجتہاد کے چہرہ پر حمق کا دھبہ لگایا جاتا ہے، خوش اعتقاد بلکہ فاسد الاعتقاد بھولے بھالے سامعین دشمن عقل حاضرین وجد کی بیخودی میں غیر معتدل جھوکوں سے پاس والوں کو تکلیں مار مار کر ادھ گونے سے باز رکھتے اور مرحبا اور صلِ علیٰ کے نعروں سے مکان وعظ سر پر اُٹھا لیتے ہیں ؂

شاعرانہ۔ اس طرز میں تشبیہ استعارے اور طرح طرح

سے منطقی مغالطے بنا کر سامعین کو خوش کیا جاتا ہے بعض بیچارے تو منطقی مغالطے بھی ترتیب نہیں دے سکتے صرف شاعرانہ تخیلات سے لطف پیدا کر لیتے ہیں۔ اس روش میں فقرے بہت چسپ نکتے از حد مسرت بخش لطیفے شگفتہ لاف و گذاف حد سے متجاوز جنہ وا عظم تقریبہ ہوتے ہیں مگر معانی قلیل الفاظ کثیر اوقات ضائع اور نتیجہ غائب۔

اللہمانہ۔ واعظانہ میں اللہمانہ طرز پہلے ارقام ہو چکی ہے مگر وہ اور روش ہے اور صوفیانہ قسم کی اللہمانہ طرز اس سے جدا ہے وہ یہ کہ صوفیائے کرام اور مشائخ عظام کے لباس میں ایک گروہ بے علموں جاہلوں شریعت و طریقت دونوں سے ناواقفوں کا ہے ائمہ تفسیر ائمہ حدیث ائمہ فقہ غرض تمام ائمہ ہدا کی برملا ہجو شریعت کا استخفاف تمام اہل علم کو محض احمق تمام اہل اسلام کو اسلام سے دور اور کل فرائض و واجبات وسنن و مستحبات کو بے فائدہ اور عبث بتاتے ساتھ ہی تصوف سے ناواقف اور اس میں سے بھی نہ کچھ بیان کر سکتے نہ سمجھا سکتے ہیں اور کل تقریر کا نچوڑ یہی ہوتا ہے کہ

نظم

نہ بگور بزہ نہ کر سجدہ شراب شوق پیتا جا

بے اعتبار روایتیں بے ثبوت حکایتیں، صبر و قناعت، تسلیم و رضا زہد و اتقا، خلوت و عزلت کے نام سے بیکاری بے دستی و پائی دنیا سے

حتہ تک سے گریز تمدن سے نفرت کمانے سے دست کشی تدبیر سے بے تعلقی کی خطرناک تعلیم دیتے ہیں جس طرح سچے صوفی خانۂ دین کا چراغ ہیں یہ مدعیان تصوف جامہ اسلام کے داغ ۔

۲- عامیانہ ۔ عامیانہ روش کی جتنی شاخیں اور جسقدر انداز ہیں سب میں رکاکت بے علمی بداخلاقی فضولی بے اصولی بدزبانی یا محض بے معنی کو دبچاند بے مطلب چیخ پکار لایعنی شور وغل طعن طنز بہ ملا ہجو تک بندی فحش بازاری محاورات عامیانہ لطائف نہ دلیل نہ سنجیدگی نہ ترتیب نہ تسلسل گانا تو بے موقع اور بے وقت رونا تو بے سرا اور بے جوڑ۔ مگر خدا نے پتھر سوا جواہر کم لوہا زیادہ سونا کم انسان قلیل اور حیوان کثیر بنائے ہیں۔ سامعین میں بھی اسی نسبت سے شائستہ اور ناشائستہ کی تعداد ہوتی ہے۔ عامیانہ طرزیں بازار میں ہوں یا انجمن میں بہت لوگوں کی خوشی و مسرت کا موجب ہوتی ہیں۔ ان میں سے اکثر یہ ہیں۔

عامیانہ کے اقسام :-

ظریفانہ، لعالانہ، قوالانہ، انگیراتہ، شاعرانہ، رندانہ،

ظریفانہ ۔ اس روش میں کچھ کام کی باتیں ہوتی ہیں اور کچھ بیکار پھبتیاں لطیفے اور شیخیاں زیادہ، اس کو یوں مارا اسکو یوں پچھاڑا ہمارے سامنے تو آئے بحث تو کرے وغیرہ وغیرہ اور بس ۔

بازاری مذہبی واعظ نصرانی ہوں یا مسلمان اور اس زمانہ میں خصوصاً آریہ واعظ اکثر ایسے ہی ہوتے ہیں تمام مذاہب کی بے معنی توہین اُن کی عادت ثانیہ ہوتی ہے اور دل آزاری شیوۂ مقررہ۔ عوام اس سے خوش ہو کر کہتے ہیں کیا زوردار تقریر ہے اور کیسے پرخچے اڑائے ہیں واعظ ایسے ہوتے ہیں کیا صاف گو ہے ؛

نقالانہ۔ اس روش میں بُرا بھلا کہنا تو ظریفانہ سے کم ہوتا ہے مگر نقلیں اور اعضا کا بے تکا استعمال اور مٹکنا تھرکنا لہجے بدلنا اُس سے زیادہ اور نتیجہ یا محفل کو ہنسانا یا مخالفوں کا خاکہ اڑانا اور بس ؛

قوالانہ۔ اس ضمن کی قوالانہ طرز بالکل ہی لچر و پوچ ہوتی ہے اس رنگ کے لوگ کچھ اُردو اشعار گاتے ہیں اور ان اشعار کو قابل حل متن قرار دیکر اُردو کا اُردو میں مطلب بیان کرتے جاتے ہیں۔ احمق بہت ہیں اس لئے واہ واہ بہت ہوتی ہے۔ اور اپنے کمال پر ان کا دل بھی زیادہ خوش ہوتا ہے مگر مکالمہ سارا بے مغز، نہ علمیت نہ دلیل نہ یہ نہ وہ۔ ہاں قوم کا فائدہ اور ان کے حکم کی تعمیل بوجہ احسن ہوتی ہے۔ اس لئے کارآمد بندے ہیں۔ سچ ہے سوئے ہوئے شیر سے بھونکتا ہوا کتا اچھا ہے اور زنگ خوردہ میان کی ہوئی تلوار سے جلتی ہوئی لکڑی بہتر۔ میں نے بمبئی میں سمندر کے کنارے ایسے بہت سے آریہ لکچرار

اور مدراس کے بازاروں میدانوں میں مکتی فوج والے دیسی اور بعض دیسی
عیسائی واعظ انہیں نیو فیشن مسلمانوں سے مشابہ دیکھے ہیں *

ایکٹرانہ۔ تانگ کے ایکٹروں کی طرح سر سے پاؤں تک لکچرار
بیقرار ادھر سے اُدھر گُدگُدا تا ہوا جاتا ہے اور پھر اُدھر سے ادھر پھدکتا ہوا
آتا ہے۔ کبھی سپاہی کے تیور خونخوار وضع اور بہادرانہ اینٹھ اکڑ سے
جسم تو تنا اور کبھی چہرہ مظلومانہ آنکھیں لیے کسانہ آواز دبا کر غریب بلی
کی طرح دلگداز لہجہ میں بولتا ہے۔ اگر کڑک ہے تو شیر غراں کی سی اور
ٹھمک ہے تو عروس لرزاں کی سی۔ خائف ہے تو ہر طرف چھپنے کے
اشارے کرتا ہے حملہ آور ہے تو گویا سامعین پر چھپا پڑتا ہے مقصد یا
حرکات۔ مناسب مقام کلمات چہرہ کبھی سخت کبھی نرم کبھی پست کبھی
بلند کبھی یہاں اور کبھی وہاں کبھی نثر اور کبھی نظم کبھی رزم اور کبھی بزم۔ انجمن
کا اسٹیج گھڑی بھر کو تھیٹر کا اسٹیج بن جاتا ہے اور سامعین کو مسخرہ پارٹ
کا لطف آتا ہے واہ واہ کا سلسلہ بند نہیں بلکہ ہر لپ لیشن پر دو چندہ ہوتا
ہے فی صدی دس بھی نہ ہونگے جو اس طوفان بے تمیزی کے اختتام
کیلئے دست بدعا رہتے ہوں *

شاعرانہ۔ صوفیانہ طرز کی شاعرانہ روش میں جیسی بھی کچھ لطف
ہوتا ہے اور عامیانہ اصول کی شاعرانہ فرع میں وہ بھی نہیں محض خرافات *

رندانہ۔ اس عامیانہ روش میں جسقدر تمام طرز دں کی برائیاں ہیں سب جمع ہو جاتی ہیں اور بیان کرنے والے کو کسی بیان میں کسی جواب میں تامل ہی نہیں ہوتا۔ یہانتک کہ جوش جہالت اور فرط حماقت سے اپنے مذہب کے خلاف کہنے کی بھی پروا نہیں ہوتی۔ بدزبانی بے علمی کی انتہا نہیں اُس پر فحش اشارات کا اور اضافہ ہوتا ہے ؏

۴۔ شریرانہ کے اقسام:۔

مفسدانہ، باغیانہ، مفتریانہ۔

مفسدانہ۔ اس روش میں دو قوموں میں عداوت لڑائی یا خاص تہوار یا تقریب پر جوتی چلوائی جاتی ہے جیسے ہندو مسلمانوں کو بھڑکانا باہم نفرت بڑھانا۔ آپس میں مقدمہ بازی یا سرپھٹول کو کامیابی سمجھنا۔ آریہ اور دیگر اہل ہند میں تفرقہ اندازی کرنا شیعہ سنی کو بھڑا دینا مقلد غیر مقلد کو عدالت چڑھا دینا۔ اس قسم کے واعظ ادنے ادنے فرق کو دین و دنیا کا امتیازی نشان اور حق و باطل کی صحیح میزان قرار دیکر دو فریقوں کو متفق نہیں ہونے دیتے۔ اس طرح کے فسادی واعظ مسلمانوں میں بھی کئی موجود ہیں۔ اور آریہ سماج نے ایسے ہی تیار کئے ہیں ؏

باغیانہ۔ اس روش میں فقط حاکم و محکوم میں منافرت کی آگ بھڑکاتے اور گورنمنٹ کی ادنے فروگذاشت بلکہ سیدھی بات کو

جرم عظیم بناتے حتیٰ کہ مفید امر کو بھی مسخ کر کے نہایت مکروہ پیرایہ میں دکھاتے ہیں۔ یہ طرز نہایت خطرناک، اور بارود شرارت کیلئے آگ ہے۔ حماقت سے پُر دانائی سے خالی گروہ یہ نہیں سمجھتا کہ حاکم و محکوم کی ناچاقی شاہ و رعایا کی مخالفت نوکر و آقا کی عداوت تمدن کی بیخ کُن اور امن عامہ میں آتش زن ہے ؂

اس روش میں بنگالی مرہٹی مدراسی پنجابی انتہا پسند اشخاص بہت سزا پا چکے اور جلا وطن کیئے گئے اور بعض ممالک میں بھاگتے پھرتے ہیں۔ اللھم احفظنا

مفتریانہ۔ یہ طرز نہایت حقارت آمیز اد نے جذبات رشک حسد کمینہ پن کمزوری ناحق کوشی نذر منشی کا نتیجہ ہے۔ اس طرز کی یہ خصوصیت ہے کہ اپنے مخالف کی نسبت اتنے جھوٹے الزام عائد کریں کہ سامعین کی نظر میں مردود قرار پا جائے۔ اُس کی عزت کو دھکا لگے اُسکی قابلیت میں بٹہ آجائے۔ اس کی ہر دلعزیزی و شہرت کافور ہو جائے اس کا اعتبار جاتا رہے۔ مگر آخر میں ایسے اشخاص خود ذلیل اور رسوا ہوتے ہیں ؂

۴۔ طریق ادا

تقریر میں جہاں زبان، مضمون، طرز بیان ہیں وہیں کوئی نہ کوئی

طریق ادا اچھی ہوتا ہے اور اس سے یہ مراد ہے کہ زبانی یا پرچہ کاغذ پر مختصر اشارات نوٹ کی مدد سے یا لکھکر وغیرہ وغیرہ غور کرنے سے وہ پانچ طریقے مفصلہ ذیل پائے جاتے ہیں :-

۱۔ سب میں افضل اور اصلی طریقہ ایک یہی ہے کہ انسان جو مضمون بیان کرنا چاہے اپنی قابلیت اور حافظہ کے بھروسہ پر بے تکلف زبانی بیان کرنا شروع کرے۔ یا اگر مضمون طویل اور نیا ہے تو اس کو کاغذ پر مسلسل تحریر کر کے دو چار دفعہ کانٹ چھانٹ کر مرضی کے موافق کر لے پھر بار بار دیکھ کر حافظہ میں قائم رکھ کر زبانی بیان کرے ؛

۲۔ اس کے بعد دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اپنی زبانی یاد یا اپنے تحریری لکچر کے مطالعہ کے بعد کتب فن یا اوروں کے لکچروں سے عمدہ دلائل ترتیب وار ایک پرچہ کاغذ پر اشارات مختصر کے طور پر ایک ایک سطر میں ایک ایک بات لکھ لے اسی کو نوٹ دینا کہتے ہیں۔ اس کی امداد سے ترتیب کو قائم مضمون کو یاد حافظہ کو تازہ رکھ سکتے ہیں۔ ایک اشارا دیکھا اس پر تقریر کی پھر دوسرا اشارا دیکھا اس پر تقریر کی یہانتک کہ وعظ یا لکچر خوبی کے ساتھ انجام کو پہنچا۔ مثلاً تشریح جسم انسانی پر لکچر دینا ہے تو اس طرح اس کے مشرح نوٹ دیئے جائیں گے :-

(۱) تمام بدن انسان کی تعداد استخوان ۲۴۶

(۲) غرض۔ ہڈیاں اس لئے پیدا کی گئی ہیں کہ تمام بدن کو سہارا اور مضبوطی دیں اور اعضا کی حفاظت کریں۔

(۳) شکل۔ ہڈیوں کی تین شکلیں ہیں۔ ہاتھ پاؤں کی لمبی سر میں چپٹی اور چہرہ میں بے ڈول۔

(۴) جب ہڈیاں تار کے ذریعہ سے اصلی صورت میں باندھی جاتی ہیں تو اسے اسکلیٹن (Skeleton) کہتے ہیں۔

حصہ	ہڈیاں	تعداد
الف ریڑھ کے ستون میں		۲۶ مہرے
ب	کھوپڑی	۸
	چہرہ	۱۴
	کان	۶
	دانت	۳۲
ج	زبان کی ہڈی	۱
د۔ پنجر	سینہ	۱
	پسلیاں	۲۴
ہ۔ دونوں ہاتھ	شانہ میں	۴
	بازو میں	۲
	کلائیوں میں	۴
	ہتھیلیوں میں	۱۰
	انگلیوں میں	۲۸
و۔ دونوں پاؤں	کولھوں میں	۲
	رانوں میں	۲
	ٹانگوں میں	۶
	ٹخنوں میں	۱۴
	تلووں میں	۱۰
	انگلیوں میں	۲۸

پھر اس کے متعلق جو کچھ مختصر یا مطول مضمون مطلوب ہو زبانی بیان کرتے جائیں۔ ریڑھ کا ستون۔ مہروں کی عام صفات۔ گردن کے مہرے پیٹھ کے مہرے کمر کے مہرے ڈنڈھی کی ہڈی۔ (سیکرم) پھر اس پانچ حصوں سے ترکیب۔ سر کی ہڈیوں کا مفصل حال۔ چہرہ کی ہڈیوں کا مفصل حال، سر کی ہڈیوں کے مقامات۔ دانتوں کے نکلنے کی ترکیب ان کی شکل ان کے فوائد۔ دودھ کے دانت کتنے ہوتے ہیں۔ سب میں برابر ہوتے ہیں یا کم و بیش۔ بارہ جوڑ پسلیوں کا مفصل بیان۔ پسلیوں کی کڑیاں جسم کی بالائی شاخیں۔ ہاتھ جسم کی زیریں شاخیں پاؤں اور ان کی ہر ہڈی کا بیان وغیرہ وغیرہ (ان کی تمام تفصیلیں کسی اناٹمی سے معلوم ہو سکتی ہیں) وقت فرصت دے تو علم کاسہ سر، علم قیافہ، علم افعال الاعضاء اور دیگر علوم مناسب کے مسائل متعلقہ بھی اس لکچر میں بیان ہو سکتے ہیں۔

یا موضوع تقریر سخاوت ہے تو اس کے نوٹ یوں دے لیں

(۱) جذبات انسانی کے اصولی اقسام۔

(۲)۔ ان میں سے سخاوت کا منشا کونسی قوت ہے۔

(۳) سخاوت کی تعریف سخاوت اور اصراف کا فرق۔

(۴) سخاوت کی ضرورت اور خوبیاں۔

(۵) سخاوت کے باب میں مذہبی احکام۔

(۶)۔ سخاوت کے باب میں حکما کے اقوال۔

(۷)۔ سخاوت کے سبب سخیوں کی ناموری۔ اور مثالیں

یا جو کچھ اور بیان کرتا ہو اُسے بھی اس میں ملا دیں۔ یا اس میں سے کچھ گھٹا دیں باقی زبانی بیان کریں لیکن یہ سب جب ہی ہو سکتا ہے کہ قابلیت درست مضامین حاضر اور لکچر دینے کی مشق ہو ورنہ۔ بر مخنث سلاح جنگ چہ سود۔

۳۔ تیسرا طریقہ یہ ہے کہ کتب یا رسائل و اخبار یا فقط اپنے ذہن سے کوئی مضمون تحریر کر لیں اور مجمع میں سُنا دیں یہ طریقہ حقیقت میں نہ لکچر ہے نہ وعظ بلکہ سبق سا سنا دینا ہے ہاں اگر پڑھنے والا بہت مشاق ہو اور مصنّف کا حد سے سوا اعتبار ہو تو خیر سامعین بغور سُن لیتے ہیں ورنہ مضمون میں نہ تقریر زبانی کا سا لطف رہتا ہے نہ اثر اور اگر پڑھنے والا پست آواز یا بد آواز یا بہت جلد رو تیز خواں ہو تو بے لطفی اور دل برداشتگی کا اور اضافہ ہو جاتا ہے اور کیوں نہ ہو کہ اس کی معقول وجوہات ہیں:

الف۔ تقریر میں اعضا کی لطیف حرکت ضرور ہوتی رہتی ہے جب وہ تقریر سے جدا ہوئی تو تاثیر کا ایک رکن کم ہو گیا

ب۔ خصوصاً آنکھوں کی حرکت گردش کی جنبش بھوؤں کا اُتار چڑھاؤ چہرہ کی خفیف تبدیلیاں جو بے تصنع ہوں تاثیر میں بہت کچھ

تاثیر رکھتی ہیں جب وہ بھی تقریر سے جدا ہوئیں تو تاثیر کا دوسرا رکن اعظم بھی غائب ہوا۔ کیونکہ بیچارہ مقرر کو سر اٹھانے کی فرصت ہی نہیں۔

ج۔ تقریر میں آواز کی پستی بلندی۔ نرمی سختی بلا ارادہ جذبات کے مدوجزر اور مضمون کی مناسبت سے بے تکلفانہ ہو کر تاثیر میں خاص دخل رکھتی ہے۔ جب وہ بھی مضمون سے جدا ہو جائے تو تاثیر کا تیسرا رکن بھی معدوم ہوا

د۔ تقریر میں آنکھیں لڑی رہنے سے سامعین کی توجہ بخوبی جذب ہوتی اور ادھر اُدھر دیکھنے کی مہلت باہم بات چیت کرنے کی فرصت نہیں ملتی۔ اس لئے خیال ایک مرکز پر قائم اور تقریر کا ہر جز ذہن میں حاضر رہنے سے بہت کچھ اثر ہوتا ہے۔ جب تقریر سے یہ بھی جدا ہوا تو تقریر کا چوتھا رکن بھی مفقود ہوا۔

ہ۔ مقرر بذریعہ الفاظ فقط کانوں کی راہ دل میں اثر کا کھینا نہیں بوتا بلکہ آنکھوں کی راہ دلی جذبات ایک دل سے دوسرے دل میں زیادہ تر جاگزیں ہوتے ہیں۔ جب آنکھوں کی امداد بھی تقریر سے جدا ہو گئی تو تاثیر کا پانچواں رکن بھی تقریر سے گم ہوا اور جو کچھ اس کے بعد باقی رہا گویا ایک نیم جاں شخص ہے جس کے پانچوں حواس مختل ہیں اور مضمون نگار اُس کی تیمارداری میں مصروف ہے۔

یہی سبب ہے کہ اندھے کے بیان میں نہ وہ جذب توجہ ہوتا ہے

جو بینا کے بیان میں۔ نہ وہ اثر ریزی ہوتی ہے اور اگر پردہ کے پیچھے سے کوئی تقریر کرے تو اس سے بھی کم اثر ہو گا کیونکہ مواجہہ کا لحاظ بھی منقطع ہو جائے گا۔ یہ طریقہ اگر مشقی تقریروں میں مبتدی برتیں تو مضائقہ نہیں یا اہم اور خاص موقعوں پر اور اہل علم بھی۔ مگر عام طور پر ایسی عادات سے اجتناب چاہیئے ؞

۴۔ چوتھا طریقہ یہ ہے کہ لکچر پورا لکھ لیا۔ ضروری اور عمدہ مقامات حفظ کر لیئے تمام لکچر اپنی یاد اور علمیت کی قوت سے دیا اور خاص مقامات جو یاد کر لیئے تھے لفظاً بلفظ سنا دیئے۔ حق یہ ہے کہ یہ بھی تکلیف دہ طریقہ ہے ؞

۵۔ پانچواں طریقہ یہ ہے کہ تمام لکچر حفظ کر کے وقت پر سُنا دیا اگر کہیں سے بھول گئے تو وہیں سے غائب۔ یہ پورا بیہودہ طریقہ اور دوہری دوہری غلطی ہے۔ فقلی باز عیارہ مستورات اور برس دو برس میں ایک لکچر دینے والے بدلیاقت امیر زادوں کو سزاوار ہے کوئی اہل علم عقلمند شریف تو ایسی بیہودگی میں مبتلا کیوں ہونے لگا ؞

نوٹ :۔ حوالوں کا کاغذ پر نقل کر کے پاس رکھنا یا کتابیں ساتھ رکھنا اور اثنائے تقریر میں موقع بموقع کاغذ یا کتاب میں سے غیروں کی عبارتیں پیش کرتے جانا کسی طرح عیب نہیں بلکہ تقریر کی عمدہ تائید ہے ؞

اجزائے تقریر

ہر تقریر کی مناسبت مقام کے لحاظ سے مختلف اجزا ہوتے ہیں۔
کہیں کم کہیں بیش کہیں کچھ کہیں کچھ مگر خطاب، مدعا، استدعا، خاتمہ
ان چار مراتب سے خالی تو شاید ہی کوئی تقریر ہو لیکن ضمنی تقریبی چھوٹی
چھوٹی تقریروں کا ذکر نہیں اور عمدہ معنی خیز پر اثر کامیاب تقریروں
کے اکثر مفصلۂ ذیل اجزا ہوتے ہیں اور کبھی شاید اس سے بھی زیادہ ہوں
جن مراتب و ترتیب کا خیال رکھنے سے تقریر نامکمل بے ربط اور
بے تاثیر نہیں ہوتی وہ اجزا یہ ہیں :-

خطاب، تمہید، تقریب، مدعا، دلائل، استدعا، خاتمہ۔

مشہور لکچراروں کی معرکتہ الآرا تقریروں کی اگر تجزی کیجائے تو
اکثر انہیں اجزا میں تحلیل ہوجائیں۔

۱۔ خطاب۔ سب سے پہلے لکچرار کو سامنے آتے ہی مناسب
لفظ کے ساتھ مجمع کو مخاطب کرنے کی ضرورت پڑتی ہے اور اکثر امور
کا لحاظ کرکے لفظ انتخاب کرنا پڑتا ہے۔ مثلاً

(۱) اپنی اور سامعین کی عمر کا فرق

(۲) اپنے اور سامعین کے علم کا فرق

(۳) اپنے اور سامعین کے رشتہ کا فرق

(۴) اپنے اور سامعین کے خاندان اور قوم کا فرق

(۵) اپنے اور سامعین کے تمول کا فرق

(۶) اپنے اور سامعین کی عزت و منصب کا فرق

(۷) اپنے اور سامعین کے مذہبی اتفاق یا اختلاف کا لحاظ۔

ان کے سوا اور تمام نسبتوں کا لحاظ جو اپنے میں اور مجمع میں ہوں اُن سب کی صحیح اوسط نکال کر خطاب کیلئے ایک لفظ یا کئی الفاظ تجویز کرنے چاہئیں۔ بعض لکچرار خطابی الفاظ بالکل چھوڑ جاتے ہیں جبکہ وہ جانیں اور موقع جانے۔ اور بعض مغرور یا کم عقل طریق خطاب سے نگاہوں میں سبک ہو جاتے ہیں۔ اس کا مقرر کو ضرور لحاظ چاہیئے ٭

ذیل میں بہت سے خطابی الفاظ درج ہیں

صاحبان مجلس	بزرگان مجلس	صاحبان جلسہ
بزرگان جلسہ	بزرگان قوم	معززان قوم
دینبدار مسلمانو	غیرت مند دینداو	حامیان قوم
محبان ملک	مربیان قوم	خیر خواہان قوم
جنٹلمین	لیڈیز اینڈ جنٹلمین	بہنو اور بیٹیو
بھائیو	بھائیو اور بیٹو	شریف مردو اور خاتونو

پیارے طالب علمو	دوستو اور عزیزو	سعید نوجوانو
بزرگو اور دوستو	بزرگو دوستو عزیزو	پیارے بھائیو
اے مذہب کی عزت کرنیوالو	اے قوم کے قیمتی جواہرو	اے سربرآوردگان قوم
اے مومنو	اے حاضرین جلسہ	جناب صدر انجمن صاحب و دیگر حضرات
معزز صدر صاحب و حاضرین جلسہ	سکرٹری صاحب و دیگر ممبران	جناب سکرٹری صاحب معزز اراکین
حضور۔ و معزز اراکین	عزیز نوجوانو	شریفو اور خاتونو
اے ملک کی محبت کرنیوالو	اے شاہی جاں نثارو	اے گورنمنٹ کے بہی خواہو

اسی طرح اور مناسب مقام اور بہت سے عمدہ الفاظ تجویز ہو سکتے ہیں بعض حضرات روبرو آتے ہی سلام علیکم سے ابتدا کرتے ہیں مگر بعض مسخروں کو سامنے آتے ہی میں نے یہ کہتے سنا ہے۔ السلام علیکم گڈ مارننگ، نمستے وغیرہ۔ بعض آتے ہی کوئی مناسب شعر پڑھتے ہیں کبھی اس میں خطاب کا فرض بھی ادا ہو جاتا ہے اور کبھی نہیں۔ غرض ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است کا مضمون ہے۔ خیر جو کچھ ہو تہذیب اور حفظ مراتب کے ساتھ ہو ؂

۲۔ **تمہید**۔ یہ کبھی نظم ہوتی ہے اور کبھی نثر کبھی مختصر کبھی مطول اگر نظم ہو تو آخر میں اس امر کا اشارہ کر دیا جاتا ہے کہ ابھی نثر میں اصل مضمون بیان کرنا باقی ہے ؂

شمس العلما ڈاکٹر نذیر احمد صاحب ایل ایل ڈی ایک نظم کے آخر میں فرماتے ہیں ؎

یہ جو کچھ سُن چکے ہو اب تلک تمہید مطلب تھی
ابھی ہے نثر میں کہنے کو اصل مدعا باقی

میں کلکتہ کے ایک لکچر کی تمہید میں عرض کرتا ہوں :-

کہاں تک ضبط بس اے ضبط دامن چھوڑدے میرا
چل اے گویائی چل قفل خموشی توڑ دے میرا
سمند فکر سوئے نثر فوراً موڑ دے میرا
مسیحا کون ہے جو شیشۂ دل جوڑ دے میرا
مجھے اپنا نہیں کچھ غم فقط اسلام کا غم ہے
نہ مٹ جائے کہیں یہ نام بھی اس نام کا غم ہے

لیکن بعض نظم جو لکچر کی تمہید نہیں ہوتی وہ ابتدا میں پڑھی جائے تو اس کے لیے اشارہ کی ضرورت نہیں ہوتی۔ غرض کئی صورتیں ہیں۔ اسی طرح تمہید نثر ہوتی ہے پھر وہ کبھی ظریفانہ ہوتی ہے کبھی عالمانہ کبھی مناظرانہ اور دیگر بہت سے اسلوب ہیں مثلاً آیات کلام اللہ شریف احادیث شریف اقوال صلحا مقولہ فلاسفہ وغیرہ وغیرہ۔ ایک ظریف لکچرار نے پلیٹ فارم پر آتے ہی کہا :-

"صاحبان مجلس! ایک مرتبہ گھی نے فخریہ کہا چاہے سالن ہو یا دال یار تو سب کے اوپر ہی رہتے ہیں۔ اتنے میں کھچڑی نے کہا ذرا ابھر

کہنا. گھی نے کہا خالہ تیرا نام کس نے لیا. تیرا تو میں بڑا ادب کرتا ہوں
اسی طرح ہمارا اور فلاں جدید فرقہ کا معاملہ ہے کہ سب سے منہ ماری
کرتا ہے مگر ہم سے ذرا ادب کر ہی نکلتا ہے"۔ اس کے بعد لکچر دیا۔
اس قسم کے لطائف میں سنجیدگی تو بہت کم ہے اور زبان بھی عامیانہ
مگر مجلس میں شگفتگی اور خاص توجہ پیدا ہو جاتی ہے کبھی مناسب مقام کوئی
اور حکایت ہوتی ہے کبھی اور مناسب وقت تمہید. مثلاً فضائل اسلام
بیان کرنے میں یہ تمہید :۔
حضرات اپنے بزرگ کو سب قبلہ کہتے ہیں مگر سچ سچ قبلہ وہ
ہے جس کو غیر بھی قبلہ کہیں اگر یہ سچ ہے اور بیشک سچ ہے تو ایک اسلام
ہی کو یہ شرف حاصل ہے کہ غیر مذہب والے بھی اس کی خوبیوں کے معترف
ہیں. چنانچہ یورپ کے فلاں فلاں نامی گرامی مسلم فاضلوں نے اسلام کی
نسبت اس طرح لکھا ہے *
اسی طرح بہت سے لطیفے تمثیلیں اور دیگر بنیادی نکات و فقرات
لکچر کی ابتدا میں مضمون کی تاثیر قبولیت جذب توجہ اور رجوع کے باب
میں بہت عمدہ ثابت ہوئے ہیں مقرر اپنے مناسبات کے مطابق کوئی
شے ان میں سے پسند کر سکتا ہے. مگر جس طرح بہت سے قصائد بغیر
تشبیب و تسبیب ہوتے ہیں اسی طرح بہت سے لکچر بھی بغیر تمہید ہوتے

ہیں اور اپنے موقع پر عمدہ زبان اور بہتر دلائل کے سبب از حد دلپذیر ہوتے ہیں
۳۔ تمہیدی بیانات۔ تقریبی بیانات یا ترغیبی دلائل یا تفصیلی خصوصیات
یا اور کچھ مناسب حال حصہ تمہید کے بعد لگا سکتے ہیں تقریبی بیان سے
میری یہ مراد ہے کہ ایسے واقعات یا حالات بیان کریں کہ اصل مضمون جو
پہلے سے غیر ضروری یا غلط معلوم ہوتا ہو اس حصہ تقریر سے بغیر کہے ضروری
یا صحیح ثابت ہو جائے یا کم از کم اس کی ضرورت یا صحت کے دلائل سننے
کی دل میں گنجائش پیدا ہو جائے۔ مثلاً جن خاندانوں میں بیوہ کا نکاح ثانی
سخت معیوب جانتے ہیں ابتدا میں جوان بیواؤں کے مصائب ہتک آمیز
حرکات انسانی جذبات سے مرد عورت دونوں کا برابر مغلوب ہونا حقوق
کی مساوات وظائف اعضا کا لازمی ادا ہونا یا ان میں سے کچھ حصہ پھر
آیات قرآنی احادیث نبوی صحابہ کرام اور اہل بیت عظام کا دائمی عملدرآمد
یا ان میں سے کچھ پھر اصل مدعا کہ تم لوگوں کو یہ بری رسم چھوڑنی اور احکام
الٰہی کے انحراف سے ڈرنا چاہیئے ان مراتب کو مقدم و موخر کر کے خواہ
کسی ترتیب سے ہو اور جیسا موقع جیسا مذاق ہو بیان کرنا چاہیئے کیونکہ
لکچرار کو موقع شناسی مزاج دانی وقت مقررہ پروگرام مجلس کا بہت
کچھ لحاظ رکھنا چاہیئے۔

بعض لکچرار نہ مضمون کی پابندی کرتے ہیں نہ میر مجلس کی سننے

ہیں نہ پروگرام کی پروا کرتے ہیں نہ اہل مجلس کی رغبت و نفرت کا خیال رکھتے ہیں بلکہ فقط اپنی ذات گرامی کو انجمن فرض کر لیتے ہیں ایسا بالکل نہیں ہونا چاہیئے۔ میں نے صدہا بار اپنی آنکھوں سے یہ معاملہ دیکھا ہے۔

ترغیبی بیانات بھی تقریبی سے ملتے جلتے ہیں کبھی مذہبی وعدہ و وعید کبھی بہبود قوم اور فلاح ملک وغیرہ کے مضامین مثلاً تجارت پر آمادہ کرنا مطلوب ہو تو یوں لکچر شروع کرنا چاہیئے :۔

ایک شخص ہمت اللہ غریب گھر پیدا ہوا مدتوں پڑھا مدتوں امیدواری کی جب مر مر کے سو سفارشوں سے دس روپے کی نوکری ملی تو نہ دن کو آرام نہ رات کو چین ڈھیر کے ڈھیر کاغذات گھر پر بھی لاتا اور آدھی آدھی رات تک لکھتے لکھتے تھک جاتا صبح و شام وقت بیوقت مقررہ ٹائم کے علاوہ بھی بالا افسر بلا لیتے اور کچھ کام بتا دیتے پھر خانگی کام بھی کراتے منشی جی ذرا بچہ کھلانا منشی جی ذرا لیمپ صاف کر لانا منشی جی ذرا کپڑے دھوبی کو دے آنا۔ فقط صحن میں جھاڑو نہ دینے اور پیخانہ صاف نہ کرنے کے سبب منشی جی کو بقائے عزت کا دائمی دھوکا لگا رہتا تھا۔ ایک بار ذرا بیوقت غلامی سے دم چرایا پندرہ دن کی تنخواہ جرمانہ کر دی گئی۔ پھر تو ناچاقی کی بدولت روز گھرکیاں اور دھمکیاں خوراک ہو گئیں دیکھا آپ نے ملازمت کیسی بیہودہ چیز ہے اور کیوں نہ ہو اس کی جڑ بھی تو

زمین سے سوا ہاتھ اونچی رہتی ہے۔ ناچار اس غریب ہمت اللہ کی تنگی نے جو حوصلہ کیا پہلے بلا تنخواہ چھ ماہ کی رخصت لی اور فقط دس روپے کے سوئی تاگے سے محلہ محلہ پھیری شروع کی پھر بازار میں بساط بچھا کے بیٹھا جب آزادی کی ہواگی اور خود مختاری کا لطف آیا۔ پہلے سے گذر بھی بہتر ہونے لگی۔ ابھی رخصت کا ایک ماہ باقی تھا جو خود جا کر استعفا داخل کر دیا اور استقلال سے اسی کام کو کئے گیا۔ دوسرے ہی برس ایک چھوٹی سی دکان لے لی۔ چند ماہ بعد جھاڑو دینے دکان صاف کرنے کو ایک چھوکرا بھی نوکر رکھ لیا۔ ہوشیاری اور دیانت داری کے سبب تجارت میں روز افزوں ترقی ہوئی اور آج دس برس بعد وہی غریب ہمت اللہ جنرل مرچنٹ اور کلکتہ کی ہاگ مارکیٹ میں مالداروں میں شمار کیا جاتا ہے اور میونسپل کمشنر بھی ہے +

صاحبو غور کرو اپنی سستی اور پستی کو اور غیر مسلموں کی چستی اور بلندی کو کہ بازار میں سوداگری کی ہر شاخ پر قبضہ کر لیا ہے نوکری سے توبہ کرو تجارت کی طرف راغب ہو سنو اس پیشہ میں یہ یہ خوبیاں اور فوائد ہیں

۴۔ **تفصیلی بیانات**۔ کسی علم یا پیشہ کسی کام یا کسی مذہب کو اوروں پر مقدم رکھنے یا مقدم ثابت کرنے کی ضرورت سے لکچر کے کسی حصہ میں

تفصیلی بیانات آپڑتے ہیں۔ مثلاً اسلام پر لیکچر دیتے وقت اسطرح کہنا:۔
بزرگان مجلس! میں آج اسلام پر لیکچر دینے کیلئے مقرر کیا گیا ہوں
مگر یہ کام مجھ سے زیادہ قابلیت والوں کا ہے یعنی اس کیلئے صاحب
علم دین بھی ہونا چاہیئے اور صاحب یقین بھی۔ میرے علم کی یہ کیفیت ہے
کہ میں آپ کو بھی نہیں پہچانتا، یقین کی وہ کیفیت ہے کہ کہتے ہوئے
شرم آتی ہے یعنی جنگل میں فقط اس یقین سے کہ شیر ہماری طرف دیکھ
رہا ہے یا قریب ہے اس کے سوا سارے خیالات فنا ہو جاتے ہیں مگر
خدا جو شہ رگ سے بھی قریب تر اور بصیر مطلق بھی ہے باوجود اس کے
بھی ہیں اور طرف متوجہ ہوں اور غفلت باقی ہے۔ پھر اس معیار کے
مطابق میرا علم و یقین دونوں ناقص اور لائق گریہ ہیں تاہم اپنی سرسری
نظر اور سطحی سمجھ سے کچھ فضائل اسلام آپ حضرات کے روبرو پیش کرتا ہوں۔
پھر جس پہلو اور جس اعتبار سے چاہے فضائل اسلام بیان کرے
خواہ اس اعتبار سے کہ اسلام فطری ہے خواہ اس اعتبار سے کہ اسلام
میں حفظان صحت کا بڑا خیال ہے۔ خواہ اس اعتبار سے کہ اسلام تمام
مذاہب کا روادار اور مصدق ہے۔ خواہ اس اعتبار سے کہ اسلام دنیا و عقبیٰ
دونوں کی خوبیوں کو جامع ہے وغیرہ وغیرہ یا اور جو کچھ مناسب مقام ہو
اس میں بہت سے عنوان آسکتے ہیں ایک مثال ذیل میں تحریر کیجاتی ہے

ایک اسلامی اسکول میں فوائد و ترغیب تعلیم پر لکچر دینے کی وجہ سے فرمائش کی گئی ہیں میں نے عرض کیا بزرگو دوستو عزیزو! آپ بخوبی واقف ہیں کہ ماں کی گود میں کھیلتا کودتا مسکراتا ہوا بچہ جب مکمل نظر آتا ہے تو پیدا ہونے سے پہلے دو مرحلے اور طے کر چکتا ہے۔ اوّل باپ کی پشت میں بحیثیت نطفہ اور دوسرے ماں کے پیٹ میں بحیثیت جنین۔ اس سے بخوبی ثابت ہے کہ بچّہ کا پیدا ہونا پہلے مرحلوں پر موقوف ہے اگر وہ دو مرحلے طے نہ کرے تو کبھی بچہ بن کر پیدا نہ ہو سکے۔ اسی طرح اس دار العمل یعنی دنیا میں کوئی عمل ایسے مقدم دو مرحلے طے کئے بغیر عملی صورت میں پیدا نہیں ہو سکتا۔ ایک علم دوسرے ارادہ۔ پس ہر زندہ کو جیسے زندگی میں کم و بیش عمل کرنا ہی پڑتا ہے ارادہ کی مقدم ضرورت ہے۔ مگر جسطرح تندرست جنین اپنے عمدہ وجود میں صحیح نطفہ کا محتاج ہے اسی طرح ارادہ اپنی صحت میں بھی صحیح علم کا محتاج ہے۔ اس سے بخوبی ثابت ہے کہ ہر زندہ شخص کو عزت و صحت کیلئے علم کی کتنی ضرورت ہے ؞

یہ ایک تمثیلی بیان ہے جو اصل مضمون کو عاقلانہ طور پر ذہن نشین کرتا ہے۔ اس کے علاوہ اور بہت سے فائدوں کیلئے ایسے بیانات کئے جاتے ہیں مثلاً خوبصورتی سے مطلب ذہن نشین کرنا اپنی طرف توجہ جذب کرنا مجمع کو ہنسانا کسی کا استخفاف یا تضحیک، یا جہاں استعظام وغیرہ

غرض مختلف اغراض کیلئے مختلف پیرائے اختیار کرنے پڑتے ہیں ؛

۵۔ **دلائل و مویدات**۔ پھر اپنے مدعا کے دلائل اور تائیدی بیانات پیش کئے جاتے ہیں تاکہ اس کے بعد کسی کو چون وچرا کی گنجائش نہ رہے۔ دلائل میں عقلی دلائل و براہین نقلی مستحکم و مستند حوالے اور اکثر وہ مضامین جو میں تقریبی حصہ میں لکھ آیا ہوں اور واقعات و مشاہدات جو کچھ مناسب ہوں۔ غرض ان میں سے جسقدر اور جسطرح بیان کرنا ہو مناسب بیان کریں یہ بات کہ کس قسم کے دلائل پیش کریں موضوع کی مناسبت اور وقتی ضرورت کے ہاتھ ہے اس کی مثالیں لکچروں کے مطالعوں سے بخوبی معلوم ہو سکتی ہیں۔ یہی اصل حصۂ تقریر ہے اور مورچۂ کامیابی و ناکامی یہی ہے۔ اور تمام اوصاف اور لکچرار کی صفات و اعتبارات کامیابی و ناکامی میں دخل تمام رکھتی ہیں لیکن یہی وہ حصہ ہے جس پر فتح و شکست کا زیادہ تر دار و مدار ہے ؛

۶۔ **استدعا**۔ مدعا اور اس کے دلائل بیان کر کے نہایت خوبصورتی سے عین موقع پر سامعین کو بخود یا اس کی ضرورت تسلیم کرا لینے کے بعد بسہولت و نرمی و دانائی کے پیرایہ میں استدعا پیش کرنی چاہئیے کہ سامعین بجا بھی سمجھیں اور سہل الحصول بھی ورنہ ناکامی اور ناکامی کے ساتھ ذلت کا بھی خطرہ ہے ؛

۷۔ **خاتمہ**۔ شکر گزاری یا دعا یا معذرت وغیرہ کر کے تقریر کو ختم

لہ۔ دلائل ہمیشہ سامعین کے مذاق و استعداد کے مطابق ہوں۔ نہ کہ اس سے بلند و پست +

کر کے جدا ہو جاتے ہیں اور بس۔ بعض دفعہ خاتمہ کے بعد کوئی مناسب نظم بھی پڑھی جاتی ہے ×

اقسام تقریر

اس کتاب کی مناسبت اور اپنے مذاق کی مطابقت سے تقریر کو دو شعبوں میں منقسم کیا ہے۔ ایک مذہبی دوسرے غیر مذہبی ×

مذہبی قسم کی تحت میں مذکورہ ذیل تقریریں پائی جاتی ہیں:۔

ترغیبی، تبلیغی، تائیدی، تردیدی، تاریخی، مناظرہ، مدافعہ، علمی وغیرہ۔

اور غیر مذہبی کی تحت میں مذکورہ ذیل:۔

سیاسی، قومی ملکی، اخلاقی، تاریخی، جغرافیائی، سیاحتی، مجلسی، ڈیبیٹ، علمی وغیرہ وغیرہ ×

مذہبی

(۱) ترغیبی۔ یعنی وعظ، اس میں پند و نصیحت ترغیب و ترہیب فرائض و واجبات کی تحریص ممنوعات و بدعات کی تحذیر اوامر کی پابندی مناہی کی ناپسندی بھلائیوں پر وعدۂ نعیم برائیوں پر مواعید جحیم نیکوں کے مناقب بدوں کے مثالب اخلاق کی درستی رسوم بد کی اصلاح حقوق و فرائض کی رعایت مقصود ہوتی ہے۔ مسلمان عالم ایسی تقریریں مساجد اور مقامات

متبرکہ میں اور غیر مسلم علما اپنے مذہبی مقدس مکانات میں اپنے ہم مذہبوں میں کیا کرتے ہیں ؏

ماخذ ۔ وعظ کا ماخذ اوّل درجہ میں قرآن کریم، معتبر تفسیر، صحیح احادیث، آثار صحابہ کرام، ارشادات اہل بیت عظام ہیں۔ اس کے بعد دوم درجہ میں ائمہ فقہ کی رائے اور قیاس، اقوالِ آئمہ تصوف، اقوالِ اولیا، مکاشفاتِ کاملین، اقوالِ حکما، ملفوظات بزرگاں، بشاراتِ صالحین، رویائے صادقہ، آواز ہاتف غیب، ہدایات خضر علیہ السلام، اشعار اساتذہ، مضامین کتب محرفہ سماوی و دیگر کتب، قصصِ انبیا، واقعاتِ مناسبہ، حکایات عبرت انگیز، تمثیلات مؤثرہ، نکات معانی و بیان، اشاراتِ لطیف وغیرہ وغیرہ۔ دیگر مذاہب کے واعظ بہ تبدیلِ الفاظ اپنے مذہب کی اسی قسم کی کتب سے یہی ترتیب اختیار کر سکتے ہیں ؏

دلائلِ فلسفی اور براہین منطقی وعظ کا لوازمہ نہیں مگر ضرورت ہو تو ممانعت بھی نہیں۔ وعظ میں ہمیشہ اوّل درجہ کے حوالوں کو چھوڑ کر دوم درجہ کے حوالوں پر وعظ کی بنا رکھنا جہل یا حماقت ہے ؏

حسن و قبح ۔ وعظ کی خوبیاں حسب ذیل ہیں :۔

۱۔ جہانتک ممکن ہو قرآنی آیت کے حوالہ سے مضمون شروع کرنا چاہیئے۔ کیونکہ مذہبی اصولی حوالے سے زیادہ سامعین پر کسی اور شے کا اثر

نہیں پڑتا ؎

۲۔ اسکے بعد اس کی معتبر اور صحیح تفسیر جہانتک ہوسکے اول تفسیر القرآن بالقرآن کرے پھر تفسیر القرآن بالحدیث کرے اس کے بعد ائمہ تفسیر کے قول نقل کرے۔ تفسیر میں یہ امر چنداں معتبر نہیں کہ فلاں مفسر نے لکھا ہے یا فلاں تفسیر میں لکھا ہے۔ بلکہ زبان عربی کی موافقت، فنون ثلاثہ بلاغت کی مطابقت، منطق کی مناسبت یا نقل صحیح کی متابعت جو بسند صحیح ثابت ہو۔ نہ کہ فقط روایت ہی کرکے سرور عالم صلعم یا صحابہ کرام یا اہل بیت عظام کے نام سے صرف عربی زبان میں لکھ دیا گیا ہو ؎

۳۔ تفسیر بالرائے سے ہمیشہ اجتناب کریں تفسیر بالرائے مطلق حرام ہے۔ بہت سے حضرات تفسیر بالرائے سے نہیں ڈرتے اور اسکو تحقیق کہتے ہیں۔ یہ تحقیق نہیں تحریف معنوی ہے ؎

تفسیری حکایات و روایات کو عقلی و نقلی قواعد مقررہ سے بھی جانچ لیں۔ اگر خلاف عقل سلیم یا خلاف قواعد فلسفہ یا خلاف تاریخ وغیرہ وغیرہ ہو تو اس روایت کو ترک کریں۔ تفسیر بیان کرنے میں اس مضمون کی تمام آیات کے مشترکہ نتیجہ پر لحاظ کرکے ماقبل وما بعد پر نظر ڈال کر معنی بیان کریں ؎

قرآن شریف اس قدر زیادہ نہ پڑھیں کہ عربی نہ سمجھنے کے سبب

سامعین اُکتا جائیں۔ اور نہ بغیر قرآن شریف کے وعظ شروع کریں کیونکہ آیات سے ابتدا کرنا وعظ کی خصوصیت اور آیات سے شروع نہ کرنا لکچر کی شان ہے۔

قرآن شریف کا ترجمہ قدامت پسندی کے سبب لفظی بے محاورہ اُردو میں نہ کریں بلکہ اُردو بامحاورہ مطلب خیز تفسیری الفاظ سمیت کریں تاکہ تمام سامعین بخوبی سمجھ لیں اور اہل زبان کے روبرو اُردو ترجمہ کے بعد یعنی لگانے کی تکلیف بے فائدہ اور بے معنی نہ ہو۔

صرف وعدے یا صرف وعید نہ بیان کریں کیونکہ فقط وعدے اور بشارات جنّت بیان کرنے سے عبادات میں سستی معاملات میں غفلت پیدا ہونے کا ڈر اور صرف وعید اور تکالیف دوزخ بیان کرنے سے مایوسی ناامیدی اور عبادت وطاعت سے سستی و نفرت پیدا ہونے کا خطر ہے وعدے اور وعید رحمت و غضب خوف و رجا ملا جلا بیان کریں قرآنی آیات کے متعلق اور دیگر قابل لحاظ امور کا بھی خیال رکھیں۔

حدیث شریف بیان کرنے میں جہاں تک ممکن ہو ملتزم الصحت کتب سے روایت بیان کریں۔ یا اگر خود اصول و رجال کا علم اور کتب موجود ہوں تو اس قید کی ضرورت نہیں۔

عقائد و اعمال میں احادیث ضعیف کبھی نہ بیان کریں۔

احادیث موضوعہ کبھی نہ بیان کریں۔

روایت اہی روایت کے بھروسے پر کوئی حدیث معتبر نہ سمجھیں جب تک سند و کتاب کا نام و اعتبار نہ معلوم ہو۔

حدیث کو ناتمام و نصف پڑھکر اپنا مطلب غلط طور سے کبھی نہ نکالیں جیسے "من رانی فقد رای الحق" میں بعض حضرات کرتے ہیں۔

حکمائے سلف اور بندگان دین کے اقوال آنحضرت صلعم کے نام سے حدیث کہہ کر کبھی نہ بیان کریں۔ غرض یہ کہ حدیث شریف بیان کرنے والوں کو اصول حدیث کا جاننا اور اسماء الرجال کی کتابیں رکھنا بہت ضرور ہے ورنہ خطرہ درپیش، کیونکہ سرور عالم صلعم نے فرمایا ہے جو میرے نام سے کچھ جھوٹ بیان کرے پہلے اپنا ٹھکانہ دوزخ میں کر لے۔

فقہی مسائل معتبر کتب سے بیان کریں اور وہی مسائل کہ جن پر اپنے مذہب میں فتویٰ ہو کیونکہ فقہ پھر انسانی رائے ہے اور انسان سے مسامحت ممکن ہے۔ نادر مسائل بیان کر کے خلق کو حیرت اور پریشانی میں نہ ڈالیں، ادنٰے ادنٰے اختلاف پر توجہ دلا کر اس کو کفر و اسلام کا امتیازی نشان اور فساد کا جھنڈا نہ بنائیں اسلام اختلاف مٹاتے آیا تھا نہ کہ اختلاف بڑھانے اور فرقہ کے مسلمانوں کا نام انہیں کا مقبولہ نام لیں نہ کہ مخالفوں کا تراشا ہوا نام جو گالی کا حکم رکھتا ہے۔ مثلاً اہل حدیث کو وہابی لہابی لامذہب وغیرہ ناگوار الفاظ کہنا۔ ان کی کتب کی ہجو اور

توہین نہ کریں۔ تہذیب سے بھی تردید ہو سکتی ہے۔ اُن کے عالموں کو پیشواؤں کو بُرا نہ کہیں انکار انسانیت سے بھی ہو سکتا ہے۔ مسلّم علماء و دیگر فضلا کا ذکر بے تمیزی و تکفیر و تفسیق سے نہ کریں۔ خاص شخص کے کسی خلاف شرع وضع یا خلاف شرع لباس کی ہجو یا نام لے کر لعنت ملامت کر کے اپنے اثر کو باطل اور اخلاق محمدی کا خون نہ کریں ؂

غیر مذہب پر کبھی تہمت و افترا اور کسی شخص کے قول کو مردود صورت میں بدل کر بیان نہ کریں۔ تفرقہ انداز یا فتنہ انگیز تقریر سے اجتناب کریں۔ گندہ الفاظ میں کسی کا ذکر نہ کریں اور شان علما کے خلاف بازاری زبان موافق و مخالف کے لیے استعمال کر کے خود ذلیل نہ ہوں۔ کرامات اولیا میں غیر ثابت روایتیں یا بداہت کے خلاف کبھی بیان نہ کریں۔ غیر مسلموں کے دیبی دیوتا رشی منی مسلّم علما و فضلا کو کبھی برا نہ کہیں قرآن کریم میں صاف اسکی ممانعت آئی ہے ؂

درمیانی آواز سے وعظ کہیں الا جبکہ مجمع بہت بڑا ہو۔ گانے کی سی یا رونے کی سی بدنما آواز نہ بنائیں گو عوام پر اس نقالی کا اثر سوا ہی کیوں نہ ہو لیکن جس قدر تغیر جذبات غالب آنے سے آواز میں ہو، نامطبوع نہیں ہوتا۔ بلکہ بہت موثر ہوتا ہے ؂

اس قدر جلد وعظ ختم نہ کریں کہ طبائع پر اثر نہ ہو اور اس قدر طول نہ

دیں کہ سامعین اُکتا جائیں۔ سوائے اس کے کہ قوت بیان خوب، معلومات وسیع، تقریر موثر، سامعین خوش و راغب، اور وقت وسیع دیا گیا ہو۔

اگر چند مضامینِ ترغیب و ترہیب کی ضرورت نہ ہو تو ایک ہی مضمون کے ہر پہلو پر بیان کر کے ایک موضوع میں وعظ کو محدود رکھیں۔ اس زمانہ میں یہ امر نہایت مرغوب ہے اور اصل میں بھی خوب ہے۔

کچھ حصہ ناک میں غنغنا کر بیان کرنا اور یکایک کڑکنا شروع کرنا نہایت خراب عادت ہے۔ اس کے بعد اور خوبیاں معلوم ہوں اُن پر عمل کریں اور جو خرابیاں نظر آئیں اُن سے اجتناب کریں۔ اس کے ساتھ ہی مجھے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ واعظ کے متعلقات و مناسبات وضع و انداز پر بھی لکھ کر اس بحث کو ختم کروں۔

مناسبات وعظ

واعظ کا منصب نازک اور مقدس ہے۔ اس لئے اُسی شخص کا وعظ کہنا بہتر معلوم ہوتا ہے جو نیک چلن اور ذی علم ہو۔ گاؤں میں عوام اور کم علم بھی وعظ کہے تو مضائقہ نہیں مگر نیک چلنی ہر حال میں ضروریات واعظ سے ہے۔ کیونکہ درمعنی یہ نیابت نبوت ہے

واعظوں کو لباس کا خیال بھی ضروری چاہیئے۔ ہر محکمہ ہر طبقہ کی ایک وردی ہوتی ہے اور وہ اپنی وردی سے پہچانا جاتا ہے۔ عالم کی وردی بھی کچھ ہونی چاہیئے اور وہ وردی ثقہ لباس ہے مثلاً جبہ عمامہ

وغیرہ نہ یہ کہ لال پگڑی سفید دھوتی نام قاضی گنگا رام یا خیر خواجہ بخش اور وعظ شرع شریف اگرچہ پانی خواہ مربع برتن میں ہو مثلث ظرف میں مٹی کے پیالے میں ہو یا جام نقرئی میں وہی پانی ہے لیکن میں عرض کرونگا کہ بھنگ کے لوٹے یا شراب کی بوتل میں متقی آدمی کا پانی رکھنا بہت نامناسب ہے ؀

واعظ کا لباس قیمتی یا کم قیمت نیا ہو یا پرانا مگر صاف ستھرا ضرور ہو کیونکہ میلے کچیلے بوسیدہ دریدہ کپڑوں سے لوگوں کو نفرت اور بے رغبتی پیدا ہوتی ہے اور واعظ کا اصلی مطلب جو تاثیر ہے وہ جاتی رہتی ہے اور صحیح ہے لباس کی صفائی حسب مقدرت واقعی ایک اثر رکھتی ہے جس سے ہر شخص واقف ہے واعظ کی صورت شکل کی خصوصیات دیندارانہ ہوں نہ یہ کہ داڑھی چٹ لمبیں بڑھی ہوئی۔ اس سے انسان واعظ نہیں بلکہ واعظوں کا بدنام کنندہ نقال معلوم ہوتا ہے۔ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ یہ نیابت رسولؐ ہے۔ آنحضرت صلعم کی ریش مبارک دراز تھی۔ خلفائے راشدین کی داڑھیاں بڑی تھیں۔ پھر حضرت سرورِ عالمؐ حضرت ابوبکرؓ حضرت علیؓ اور دیگر اصحاب سب ہی داڑھیاں رکھتے تھے ؀

تبلیغی ۔ تبلیغی تقریر مذہبی تقریروں میں باقی اقسام سے مختلف اور اہم حیثیت رکھتی ہے۔ تبلیغی تقریر بالخصوص اپنے ہی ہم خیال حاضرین

سے کے مابین فرائض و واجبات اور دیگر مذہبی اعمال کی تعلیم و تحریص کا مقصد لئے ہوئے ہوتی ہے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ترغیبی تقریر کا اصل مدعا ہے۔ لیکن تبلیغی تقریر بالعموم مختلف الخیال حضرات کے لئے کی جاتی ہے۔ مطلوب یہ ہوتا ہے کہ سب ایک ہی نقطہ اور ایک ہی مرکز ایمان کی طرف کھنچ آئیں ؎

فلسفیانہ دلائل اور منطقیانہ براہین تبلیغی تقریر کا جزو اعظم ہوتا چاہئیں ان دلائل کو سامعین کے مذاق اور استعداد کے مطابق بیان کر دینا مقرر کا کمال ہے۔ تبلیغی بیانات، تفصیلی بیانات اور تقریبی بیانات بھی حسب موقع اس میں شامل کئے جاتے ہیں۔ اس تقریر کا طرز بیان سب سے زیادہ مقبول حکیمانہ اور اس کی اقسام میں سے فلسفیانہ زیادہ مرغوب کامیاب ثابت ہوا ہے ؎

جزو مدعا یعنی اصل مقصود اس میں ایسا مستحکم و مضبوط ہوتا ہے۔ کہ معترض کو یہ گنجائش باقی نہیں رہتی کہ چون و چرا کر سکے ؎

تبلیغی تقریر میں اور اقسام سے ایک بات اور زیادہ مشکل یہ ہوتی ہے کہ بعض اوقات تفصیل دلائل و براہین چاہتی ہے کہ اعتقادات و خیالات متقابل کے ساتھ مقابلہ بھی کیا جائے۔ ایسے موقع پر نہایت درجہ احتیاط کی ضرورت ہے کہ خیال متقابل کے حامی کسی بات پر حق

ناحق بھڑک نہ اُٹھیں۔ حتی المقدور ان مقابلوں سے احتراز ہی مستحسن خیال کیا گیا ہے لیکن بعض اوقات احتراز ناممکن ہوجاتا ہے پس ہدایات مندرجہ صفحات ۱۱۲-۱۱۷ کے مطابق تمل کرنا چاہیئے۔ صفحات ۶۲-۶۴ پر عنوانات تقریر مذہبی کے تحت بقدر گنجائش زیادہ موضوعات اسی تبلیغی تقریر کے لئے جمع کئے گئے ہیں۔ یوں تو ہر عنوان تبلیغی اور ترغیبی دونوں پہلو لئے ہوتا ہے کیونکہ اگر مقصد تبلیغ مدنظر ہے اور بذریعہ دلائل و براہین خاص اعتقادات اور مخصوص حامیان اعتقادات کو حق پر ثابت کیا گیا ہے تو تقریر تبلیغی ہے اور اگر بیان اعتقادات اور حالات حامیان اعتقادات اس غرض سے ہے کہ ان پر ایمان رکھنے والے سامعین کو ترغیب و تحریص ادائے اعمال ہو تو ترغیبی ہے۔

لہٰذا لازم ہے کہ تبلیغی تقریر کے دوران میں مستحکم دلائل مستند روایات اور قابل قبول عقلی توجیہات اور ایسے براہین اور مشاہدات و واقعات جو وقت، موضوع اور مقام کے لحاظ سے مناسب ہوں مدعائے مطلوبہ کی تائید میں بیان کریں۔

تبلیغی اور ترغیبی تقریروں پر مجملاً چند سطریں لکھی جاچکی ہیں جو تقریر کے مذہبی پہلو پر کافی روشنی ڈالتی ہیں۔ دیگر اقسام تقریر مذہبی مندرجہ ذیل ہو سکتی ہیں:-

تائیدی، تردیدی، مناظرہ، تاریخی، مدافعہ، علمی وغیرہ اور ان کے

مقابلے میں غیر مذہبی اقسام بھی تائیدی، تردیدی، ڈیبیٹ، تاریخی، مدافعہ اور علمی وغیرہ۔ لیکن منجملہ غیر مذہبی چند اتنی عام ہیں کہ ان کے لئے کسی وضاحت کی ضرورت نہیں وہ روزمرہ کے استعمال میں آتی ہیں مثلاً غیر مذہبی تائیدی اور تردیدی تقریریں کمیٹی، انجمنوں اور دیگر جلسوں کی کارروائی کے دوران میں تائید و تردید کرنے کے سلسلے میں اور غیر مذہبی تاریخی پراپیگنڈے کے سلسلے میں خواہ وہ عرصہ جنگ میں ہو یا امن کے زمانے میں۔ تاہم ڈیبیٹ اور علمی تقاریر یہ غیر مذہبی کا کچھ ذکر آئندہ کروں گا۔

تائیدی و تردیدی ۔ تائیدی و تردیدی تقریریں تبلیغی تقریروں کا رنگ لئے ہوئے ہوتی ہیں۔ یہ اپنے مذہبی خیالات اور اعتقادات کی تائید اور مخالف خیالات و اعتقادات کی تردید کے لئے ہیں۔ اِس سلسلے میں وہی طرز بیان جو تبلیغی تقریر کے لئے مذکور ہوا ملحوظ رکھنا چاہیئے۔ اور وجوہات تائید و تردید اور بیان و دلائل کے بعد مختصر دہرا دینا کہ اِس بنا پر اعتقادات مخصوصہ کی تائید و تردید ثابت ہے اکثر زیادہ مؤثر ثابت ہُوا ہے۔ تردید کے سلسلے میں بھی چاہیئے کہ مخالف کا نام عزت و احترام کے ساتھ لیا جائے۔ قابل دوست، فاضل مولوی وغیرہ وغیرہ جس وصف سے موصوف کو متصف کیا جا سکے اور طعن کا خیال پیدا نہ ہو۔

تاریخی ۔ تاریخی تقریر مذہب خاص یا مذاہب کی تاریخ سے

متعلق ہے۔ اور مذہبی عالم میں جس طرح واقعات رونما ہوتے ہیں اور ان کے جو اثرات انسانی قلب و دماغ کے لئے اور جو کارہائے نمایاں مذہبی جماعتوں یا دینی پیشواؤں نے کئے اور جو ان تمام امور کے اثرات سوسائٹی پر ہوئے جن سے ان کے چلن اور معاشرت وغیرہ میں جو جو انقلابات ہوئے اور قوم یا قوموں نے ان وجوہات کے جو نتائج بننے یا بگڑنے کے سلسلے میں بھگتے۔ ان امور پر تبلیغی پہلو کو مدنظر رکھتے ہوئے روشنی ڈالی جاتی ہے۔ تاریخی واقعات کے حوالے مستند کتابوں غیر متعصب مورخوں اور ایسے غیر مذہب رکھنے والوں کی تحریروں سے دینے چاہئیں جو لوگ مصدقہ طور پر اس سلسلے میں ذاتی مفاد اور ذاتی دلچسپی نہ رکھتے ہوں تاریخی واقعات بیان کرتے ہوئے وہ ارادے بھی پیش نظر رکھنے چاہئیں جن کی بنا پر وہ واقعات رونما ہوئے۔ مثلاً نیک نیتی یا بدنیتی، ایثار اور قربانی یا ذاتی مفاد کہ جو ان واقعات کے اقدام کا محرک ہوئے۔ اور ان ارادوں کو ثابت کرنے کے لئے مزید وہ تاریخی واقعات بیان کرنے چاہئیں جن سے اس زمانے کے حالات اور کام کرنے والوں کی مخصوص قلبی کیفیات کا پتہ چل سکے اور یقینی طور پر سمجھا جا سکے کہ ارادے نیک یا بد کیسے تھے ؛

مناظرہ۔ مناظرہ مذہبی تائیدی اور تردیدی تقریروں کے مجموعہ کا نام ہے۔ دلائل و براہین عقلی و نقلی اور موقعہ پر سوجھ جاتے والے چند

پھڑکتے ہوئے جملوں پر میدان مارنے یا ہارنے کا دارو مدار ہے۔ اس قسم کی تقریر کے لئے نہایت ضروری ہے کہ مناظر ہر معقول اور نامعقول جملہ کی تاب اور جواب کی طاقت رکھتا ہو۔ جوش اور غصہ نہایت مضرت رساں اور غم خوری سود مند ثابت ہوئی ہے ؎

مدافعہ ۔ مدافعتی تقریر یا مذہبی مدافعہ مناظرے کے اس حصہ کا نام ہے جس میں مخالفین کے اعتراضات کا موثر اور منہ توڑ جواب دیا جاتا ہے۔ چست یا بخیہ جملے موقعہ کی نزاکت کو ملحوظ رکھتے ہوئے استعمال کرنے چاہئیں۔ اور جو کچھ مناظرے اور مذہبی تائیدی تقریروں کے سلسلے میں بیان کیا گیا ہے پیش نظر رکھنا چاہیئے ؎

علمی ۔ مذہبی تقریروں میں علمی تقریر سب سے زیادہ مشکل ہے اور اس میں صرف و نحو، بلاغت اور کلام کی خوبیوں، معانی، بدیع، بیان اور دیگر علوم سائنس و ریاضی و ہیئت وغیرہ کی روشنی میں موضوع مخصوص پیش کیا جاتا ہے۔ جہاں کہیں بیان فقیہانہ، محدثانہ، مفسرانہ ہوتا ہے فلسفیانہ دلائل و براہین بھی تائید و تنقید کے لئے موجود نظر آتے ہیں ؎

علمی مذہبی تقریر مبتدیوں کے لئے ناممکن ہے۔ عدم استعداد و قابلیت اکثر ایسے مضحکہ خیز نتائج پیدا کرتی ہے کہ ندامت ہوتی ہے ؎

غیر مذہبی

ڈبیٹ (مباحثہ) اور علمی تقریر۔ ڈبیٹ اور علمی تقریریں مذہبی مناظروں اور مذہبی علمی تقریروں سے اس جہت سے مختلف ہوتی ہیں۔ کہ موخرالذکر صرف مذہبی اعتقادات وغیرہ سے تعلق رکھتی ہیں اور اول الذکر مذہب سے متعلق نہیں ہوتیں۔ عنوان بھی غیر مذہبی ہوتا ہے۔ اور دلائل و براہین بھی غیر مذہبی۔ کسی مذہبی پیشوا کا حکم یا عمل صحت یا حقیقت پر دال تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ صرف وہی بات ماننے کے قابل سمجھی جاتی ہے جو ہر شخص مسلمہ سمجھتا ہو۔ عام اس کے کہ وہ مسلمان، عیسائی، ہندو، سکھ ہو یا برہمن، چھتری وغیرہ وغیرہ ؂

علمی مذہبی تقریر ہو یا غیر مذہبی طرز بیان دونوں صورتوں میں فلسفیانہ ہوتا ہے۔ مختلف علوم مروجہ کے کچھ مسئلے بیان کئے جاتے ہیں۔ اگرچہ غیر مذہبی علمی تقریروں میں احتیاط کی اتنی ضرورت نہیں جتنی کہ مذہبی تقریروں میں۔ بایں ہمہ علمی ہونے کی حیثیت سے وہ بھی کسی مبتدی کے بس کی بات نہیں ؂

سیاسی۔ یہ دیگر اقسام سے بالکل جدا ہے۔ اکثر فلسفیانہ حکیمانہ انداز میں اور بعض اوقات عامیانہ اور شریرانہ طرز بیان میں بھی سننے میں آئی ہے۔ جہاں کہیں حکومت وقت سے حقوق طلبی وغیرہ کا مسئلہ

زیر بحث ہوتا ہے۔ ذرا کام ٹیڑھا ہوتا ہے اور اگر قید و بند کا خوف ہو تو جانچ تول کر الفاظ کا استعمال کرنا پڑتا ہے تاکہ مطلب برآری بھی ہو سکے اور قابل گرفت کوئی حرف بھی زبان پر نہ آئے۔ یوں تو اس میں بعض اوقات گزشتہ تاریخ کا مطالعہ بھی سامعین کو کرایا جاتا ہے اور کبھی کبھی زیادہ جوش پیدا کرنے کیلئے ان کے مذہبی فرائض بھی یاد دلائے جاتے ہیں لیکن حقیقتاً مطلوب کسی خاص تحریک ہی کی کامیابی ہوتی ہے ہر نکتہ کو ترکیب اور چال سے ایسے پیرائے میں بیان کیا جاتا ہے کہ اثر کرے۔ جذبات کو مشتعل کر دینا اس مقرر کا کمال ہے چونکہ اپنا مقصد صاف بیان کر دینے میں زیادہ تائید کی امید کم پائی جاتی ہے اس لئے کہ اکثر طبیعتیں امن و امان کی زندگی بسر کرنے کی طرف اس قدر مائل ہوتی ہیں کہ تھوڑا سا ایثار بھی کرنے کے لیے آمادہ رہتی ہیں۔ لہٰذا نئے وجوہ تراشے جاتے ہیں، نہایت معصومانہ انداز سے جائز مطالبات بنا کر منصفانہ داد طلب کی جاتی ہے۔ جس خاص امر کے لئے صدائے احتجاج بلند کی جائے اس کو مخالف کا شدید ترین ظلم ثابت کیا جاتا ہے، ظلم، ظالم، مظلوم، قابل رحم ناگفتہ بہ حالات، انسانیت کا خاتمہ، شرافت کا خون، دھوکا، غرض جن الفاظ سے جذبات متلاطم کئے جا سکیں ان کا استعمال حیرت انگیز نتائج اور عجیب انقلابات پیدا کر دیتا ہے سیاسی

تقریر کے لئے موجودہ سیاسی حالات اور گزشتہ سیاسی تاریخ کا مطالعہ تقریر میں چار چاند لگا دیتا ہے ؂

قبل ازیں طرز بیان، طریق ادا اور اجزائے تقریر میں تفصیل کے ساتھ تقریر کے ہر پہلو پر روشنی ڈالی جاچکی ہے اور یہ بتایا جاچکا ہے کہ تقریر میں باعتبار فن تقریر کیا اصناف ہونی چاہئیں۔ چند مذہبی تقریروں کی ضروری تشریح پہلے کردی گئی ہے غیر مذہبی تقریروں میں ڈیبیٹ علمی اور سیاسی تقریروں پر بھی کچھ کچھ لکھدیا گیا ہے۔ ان چیزوں کی موجودگی میں ضروری نہیں کہ اس تحریر کو مزید طوالت دیا جائے۔ اکثر مقامات پر تصریح اور تشریح کو محض اس لئے ضروری سمجھا گیا ہے کہ مبتدی (لیکن علم تقریر کا شوق رکھنے والے) بھی یکساں استفادہ حاصل کرسکیں۔ ہر فن پہلے علم ہوتا ہے اور پھر فن۔ دل چاہتا ہے کہ تمام شوق رکھنے والے اس علم کو علم کی طرح حاصل کریں اور فن کی طرح استعمال کریں اب اتنا لکھنے کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ باقی ماندہ اصطلاحوں کے معنی لکھ کر اس کتاب کو ختم کروں ؂

قومی اور ملکی تقریر۔ قوم اور ملک کے مفاد کو مدنظر رکھتے ہوئے، ہمسایہ قوموں سے آگے بڑھنے کے لئے یا کم از کم ان کے ہم قدم چلنے کی جدوجہد کے لئے جوش و خروش پیدا کرنے کیلئے، اپنی

گزشتہ قومی اور ملکی روایات کے حوالے دیتے ہوئے اوروں کے ساتھ مقابلہ کرتے ہوئے تقریر کرنی چاہیئے۔ تاریخ کا مطالعہ اس تقریر کی تیاری کے لیئے کافی ممد و ح معاون ثابت ہوتا ہے ؛

اخلاقی تقریر۔ نیک و بد سمجھانے کے لیئے معاشرت کی خوبیوں امن و امان کی تعلیم کی خاطر یہ تقریر کی جاتی ہے۔ تمثیلی بیانات کی کثرت اس تقریر کا زیور ہے ؛

تاریخی تقریر۔ اس میں قوموں کی جنگ، فتح و شکست، قوموں کے رنگ و روپ، نسلوں کی کہانیاں، لوگوں کے رہنے سہنے کے طریقے گزشتہ واقعات، لوگوں کے عادات و اطوار بیان کیئے جاتے تاریخ کا مطالعہ از بس ضروری ہے ؛

جغرافیائی تقریر۔ اس میں مناظر قدرت، خشکی، تری، پہاڑ دریا، سمندر، آب و ہوا، بارش اور ان تمام چیزوں کے اثرات پیداوار پر اور لوگوں کے رہنے سہنے کے طریقوں پر جو ہوتے ہیں وہ اس تقریر کے جزو مدعا کی جان ہیں۔ جغرافیہ کا مطالعہ از حد ضروری ہے ؛

سیاحتی تقریر۔ اس میں سیر و سفر کے حالات، قومی سرگرمیاں نسلی شکل و صورت ان کی معاشرت خرید و فروخت کاشت وغیرہ کے طریقے ان کے عادات و اطوار، وہاں کی شہری اور دیہاتی زندگی آمدو رفت

کے ذرائع، آسانیاں مشکلات۔ اپنے ملک کے مختلف حالات اور یہاں کے مطابق کیفیات بیان کی جاتی ہیں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ دیگر اقوام پر طعن و تشنیع سے حتی الوسع پرہیز کیا جائے۔ یہی تقریریں تحریریں بن کر جغرافیہ اور تاریخ بن جاتی ہیں۔

مجلسی تقریر۔ یہ تقریر اب بہت کم سننے میں آتی ہے۔ اس قسم کی تقریر کا "جزوِ مدعا" آدابِ مجلسی سے تعلق رکھتا ہے۔

انصاری پریس دِلّی میں کاردکنان پریس نے چھاپا